مسلسل اشاعت کے 59 سال

ماہنامہ الحق

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

706

ذی الحجہ

۱۴۴۵ھ

جون ۲۰۲۴ء

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الأُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر 59
شمارہ نمبر 09
ذی الحجہ ۱۴۴۵ھ
جون ۲۰۲۴ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

نائب مدیران: مولانا حبیب اللہ حقانی، مولانا محمد اسلام حقانی منتظمین: مولانا محمد فہد، بابر حنیف

فہرست مضامین

- نقش آغاز: ''مولانا سمیع الحق شہیدؒ: حیات و خدمات'' کی تیسری جلد کی اشاعت حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کی کاوش پر قلبی تاثرات ونذرانہ عقیدت ...... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- عظیم سپہ سالار حضرت عمر فاروقؓ کا مقام و مرتبہ .... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق ۵
- سفرنامہ انڈونیشیا .... (پہلی قسط) .... مولانا راشد الحق سمیع ۱۲
- غزہ کی مائیں اور مغربی فیمن ازم کی حقیقت .... محترمہ فاطمہ بھٹو ۲۳
- مسنون دعاؤں کی حکمت .... مولانا مفتی ذاکر حسن نعمانی ۲۹
- کرپٹو کرنسی سُود کی شکل کیسے ہے؟................................ ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی ۳۸
- اسلامی نام اور غیر مسلموں کی سازش.. مفتی سید انور شاہ ۴۳
- اصطلاحات کا مسئلہ: ایک تنقیدی مطالعہ .... ڈاکٹر عثمان احمد ۴۸
- اساتذہ کرام کے املائی نوٹ تیار کرنا: ایک جائزہ.................. مولانا عبداللہ فردوس ۵۲
- دارالعلوم کے شب وروز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۸
- تعارف و تبصرہ کتب .... ادارہ ۶۱

ماہنامہ ''الحق'' جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ آفس فون نمبر: 630435 923 92+
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com -------- موبائل نمبر: 03159898998 ۔ 0333-9167789
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk -------- فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/70 روپے۔ سالانہ -/800 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا راشد الحق سمیع، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز

مولانا راشد الحق سمیع
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الحق''

''مولانا سمیع الحق شہیدؒ: حیات و خدمات'' کی تیسری جلد کی اشاعت

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کی کاوش پر قلبی تاثرات ونذرانہ عقیدت

استاد محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ، حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی قابل فخر روحانی اولاد میں سے ہیں، آپ آسمان علم وادب کے درخشندہ آفتاب و ماہتاب ہیں، ماہنامہ ''الحق'' میں آپ کے ادارتی کالمز (اداریے) ملکی و بین الاقوامی، فکری و نظریاتی صورتحال اور حقائق سے بھرپور ہوتے، اسی طرح اب ماہنامہ ''القاسم'' میں آپ کے ادارتی تحریریں (اداریے) اور دیگر مضامین آپ کے علم ومطالعہ کی وسعت، گہرائی اور حالات پر گہری نظر سے معمور ہوتے ہیں، اس کے علاوہ آپ درجنوں وقیع کتابوں کے مصنف اور درس نظامی کی چند اہم کتابوں کے شارح ہیں جس میں آثار السنن کی شرح توضیح السنن، شمائل ترمذی کی شرح شمائل اور مسلم شریف کی شرح صحیح مسلم (۲۳ جلدیں) قابل ذکر ہیں۔ آپ اپنے اکابر کی سوانح نگاری میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں اور تذکرہ وسوانح کے باب میں ایک درجن سے زائد کتابیں لکھنے کی سعادت انہیں حاصل ہے، آپ کی سوانحی کتابیں سوانحی ادب میں ایک اچھا اضافہ ہے۔

حضرت حقانی صاحب مدظلہ نے اپنے محبوب استاد وشیخ کیلئے اتنی زیادہ علمی، ادبی، صحافتی، تحریری وتقریری خدمات سرانجام دیں ہیں کہ وہ اس باب میں ہم حسبی ونسبی اولاد سے بھی بازی لے گئے ہیں اور انہوں نے اپنی مسلسل علمی خدمات کے ذریعے اور بے مثل محبت سے حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی شخصیت کو مزید اجاگر اور اَمر کرادیا ہے۔

مجھے حضرت حقانی صاحب مدظلہ کا حکم ملا کہ ''مولانا سمیع الحق شہید: حیات و خدمات'' کی تیسری جلد پر آپ کچھ تحریر کریں، میں اِسے حضرت استاد جی کا حسن ظن سمجھتا ہوں اوران کی وسعت ظرفی وکرم نوازی کہ وہ اپنے ایک ادنیٰ شاگرد پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی کتاب پر تبصرہ کرنے کو کہتے

ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ع اہل صحرا کر رہے ہیں خوشبوؤں پر تبصرے

یہ حضرت حقانی صاحب کا کمال ہے کہ انہوں نے پہلے دو ضخیم جلدیں '' مولانا سمیع الحقؒ: حیات و خدمات'' مرتب کیں پھر اس کے بعد حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ پر چار جلدوں پر ایک خصوصی نمبر بھی ''الحق'' نے شائع کیا جو اپنی وسعت، ضخامت اور جامعیت کے لحاظ سے برصغیر کے سوانحی نمبرات میں ایک ممتاز حیثیت اختیار کرگیا اس میں بھی آپ نے حصہ ڈالا پھر اس کے بعد حضرت حقانی صاحب مدظلہ نے حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی حیات و خدمات کی تیسری جلد بھی مرتب کر لی ......

گماں مبرکہ بہ پایاں رسید کار مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

یوں تو حضرت حقانی صاحب مدظلہ کی ہر تحریر، ہر تقریر اور ہر مجلس میں دارالعلوم حقانیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ، حضرت مولانا سمیع الحقؒ کا تذکرہ و ذکرِ خیر ضرور ہوتا ہے، ایک شاگرد کی اپنے اساتذہ اور مادرِ علمی کیساتھ اس قدر گہری عقیدت و محبت کی لازوال داستان میں نے اور کہیں نہیں دیکھی، حقانیہ کے ہزاروں فضلاء میں سے حضرت حقانی صاحب مدظلہ نے تحریر و تقریر میں اپنی زریں خدمات کے حوالے سے حقانی برادری میں سبقت حاصل کر لی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ لیلیٰ و مجنوں، شیریں وفرہاد کی داستانیں بھی حضرت حقانی صاحب کی محبت اور عقیدت کے سامنے افسانوی و ثانوی لگتی ہیں۔

جس طرح امام اعظم ابو حنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ جیسے تلامذہ عطاء کئے جنہوں نے اُن کے مذہب کی ترویج و اشاعت میں بڑا کردار ادا کیا، علامہ ابن تیمیہؒ کو علامہ ابن قیمؒ جیسے شاگرد سے نوازا جو اپنے استاد کے علوم ومعارف کے شارح ٹھہرے، اسی طرح ماضی قریب میں اکابر علمائے دیوبند میں شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسے ہونہار و تابعدار تلمیذ ملا جو حضرت شیخ الہندؒ کے صحیح معنوں میں علمی و سیاسی جانشین ٹھہرے، علامہ شبلی نعمانیؒ کو بھی قدرت نے حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی طرح ہونہار شاگرد سے نوازا جنہوں نے علامہ نعمانیؒ کے علمی و ادبی خدمات کو جاری رکھا، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا محمد یوسف بنوریؒ جیسے عبقری تلمیذ سے نوازا، جنہوں نے علامہ کشمیریؒ کے علمی فیوضات سے اہل علم کو مستفید کرایا، بعینہ اسی طرح حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کو حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

مدظلہ ملے جنہوں نے حضرت والد ماجد شہیدؒ کے علم، ادب ،مشن اور خدمات کو خوب پھیلایا،حضرت حقانی صاحب مدظلہ زمانہ طالبعلمی ہی سے محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ اورحضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی خدمت اورصحبت میں پیش پیش رہے اوراِن حضرات سے بھرپور استفادہ کیا۔ میرے لئے حضرت والد ماجد شہیدؒ،مرحوم استاد حضرت ابراہیم فانی صاحبؒ کے بعد حضرت حقانی صاحب مدظلہ کی سر پرستی ایک بڑا سائبان ہے،آپ مجھے زندگی کے ہرموڑ اور ہر نازک مرحلے میں اورخصوصاً علمی تصنیفی وتالیفی میدان میں اپنی توجہات اور پرخلوص دعاؤں ومشاورت سے نوازتے رہتے ہیں۔ کاش! ایسا فوری ممکن ہوکہ ادارہ ''الحق'' اور یہ ناکارہ بھی حضرت حقانی صاحب مدظلہ کی زندگی پر کچھ نہ کچھ مرتب کرسکے (ان شاءاللہ یہ قرض جلد ہی اتارنے کی کوشش کرونگا۔)

زیرنظر کتاب ''مولانا سمیع الحق شہیدؒ: حیات وخدمات'' کی تیسری جلد ہمارے سامنے ہے جو ۱۵/ابواب پر مشتمل ہے جبکہ مکمل کتاب (تین جلد) کے کل ابواب ۳۶ ہیں ۔اس تیسری جلد میں استاد مکرم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ نے حضرت والد ماجد شہیدؒ کی محبتوں،شفقتوں، تواضع، فنائیت ،سادگی ،نرم مزاجی،حزم واحتیاط ،صبر وتحمل اور مکارم اخلاق پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے،آپ کے علمی وعملی زندگی کا کامیاب لائحہ عمل ،ہشت پہلو شخصیت اور کارکنوں کی حوصلہ افزائی پر مبنی واقعات پیش کئے ہیں۔حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی اصاغر نوازی، ذرہ نوازی اورنوارد مصنفین کی تشجیعات پر مبنی حکایات، مشاہدات وتاثرات اورایوان اقتدار میں اُن کی صدائے حق اور ''شریعت بل کا معرکہ'' پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے ۔حضرت والد صاحب شہیدؒ کے جہاد،استقامت اورعزیمت پر مبنی کردار اور ''تفسیر لاہوری'' جیسے عظیم الشان تفسیری کارنامے پر بحث کی گئی ہے اورآخر میں حضرت والد ماجدؒ کی شہادت اور بارگاہ الوہیت میں حاضری پر عقیدت اورمحبت بھرے انداز میں سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ ہرعنوان پر تفصیل سے لکھ کر استاد محترم نے اپنے شہید استادؒ کے ساتھ عقیدت ومحبت اور وفاداری کا کامل حق ادا کردیا ہے۔ آپ کی اسلوب نگارش، شگفتہ اور دلنشین ہے،کتاب میں جگہ جگہ استاد محترم کی حضرت والد ماجد شہیدؒ سے عقیدت ومحبت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں، والد ماجد شہیدؒ کے زندگی کے ہرگوشے اور ہر پہلو پر تفصیل سے خامہ فرسائی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت حقانی صاحب مدظلہ کی زندگی دراز فرمائے اوران کا سایہ شفقت ہم پر تادیر قائم رکھے اور زیرنظر کتاب کوبھی اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے (آمین)

خطاب: حضرت مہتمم شیخ الحدیث مولانا انوار الحق مدظلہ

عظیم سپہ سالار حضرت عمر فاروقؓ کا مقام ومرتبہ

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبہ: ۱۰۰)

''اور وہ سبقت لے جانے والے جنہوں نے سب سے پہلے (دعوت ایمان پر) لبیک کہا مہاجروں میں سے اور انصار میں سے، اور وہ جو ان کے پیچھے آئے راست بازی کے ساتھ، راضی ہوگیا اللہ ان سے اور وہ راضی ہوگئے اُس سے اور مہیا کرر کھے ہیں اس نے ان کے لئے ایسے باغات کہ بہہ رہی ہیں ان کے نیچے نہریں، رہیں گے وہ ان میں ہمیشہ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔''

وعن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه صلی الله عليه وسلم ولقد كان فيما قبلكم من الامم محدثون فان يك فی امتی احد فانه عمر (متفق عليه)

''حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت نے فرمایا کہ تم سے پہلے امتوں میں محدثین ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔''

محترم سامعین! گزشتہ جمعہ کو آپ حضرات کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار صحابہ کرامؓ کے بارے میں اور خصوصاً حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی پر اختصار کے ساتھ کچھ معروضات ذکر کئے تھے کہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کامل ترین طریقے سے ایمان لائے اور پھر اس ایمان کا حق بھی ادا کردیا۔ ہم تو اکثر یہ شعر پڑھتے اور سنتے ہیں ''جان دی ہوئی اس کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا''

صحابہ کرامؓ کی لازوال قربانیاں

مگر صحابہ کرامؓ نے اس زندگی کا حقُ المقدور حق ادا کردیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

اتباع میں اپنے تن من دھن کی قربانی پیش کر کے رب العالمین کے دربار سے رضی اللہ عنہم کا لازوال اور بے مثال پروانہ اور سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ بہرحال! صحابہ کرامؓ تو سب کے سب افضل ترین ،کامل ترین اور بہترین مومنین تھے مگر سب سے افضل خلیفہ اول ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر وحضر کے ساتھی ، یار غار حضرت عائشہؓ کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے ، جن کے ذکر خیر کرنے کی سعادت ہم نے پچھلے جمعہ کو حاصل کی ۔ آج خلیفہ دوم ، مراد رسول علیہ الصلوۃ والسلام امام عادل حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں چند باتیں عرض کرنے کی کوشش کرونگا۔

پیدائش اور بچپن کا مشغلہ

حضرت عمر فاروقؓ ہجرت سے قریبا ۴۰ سال قبل پیدا ہوئے اور بچپن سے اونٹوں کے چرانے کی ذمہ داری سونپی گئی کیونکہ یہ عرب کا قومی مشغلہ تھا مگر حضرت عمر فاروقؓ کے والد خطاب ان سے بڑا بے رحمی اور غیض وغضب کا سلوک کرتے ، خلافت کے زمانہ میں جب حضرت عمر فاروقؓ کا اس چراگاہ سے گزر ہوا تو حیرت ہوئی اور رونے لگے پھر فرمایا: اللہ اکبر! ایک زمانہ وہ تھا کہ میں نمدے کا پہنے ہوئے لباس میں اونٹ چرایا کرتا تھا اور تھک کر بیٹھ جاتا تو باپ کے ہاتھوں میری پٹائی ہوتی ۔ آج یہ دن ہے کہ خدا کے علاوہ میرے اوپر کوئی حاکم نہیں ہے ۔ جوانی کا دور عرب کے معزز ترین مشغلوں مثلاً نسب دانی ، سپہ گری اور پہلوانی میں گزارے ۔ جب عمر ستائیس برس کی تھی کہ جزیرۃ العرب میں رسالت کا آفتاب اپنی پرکشش کرنوں کے ساتھ مکہ کی سرزمین پر طلوع ہوا۔ اسی وقت جہالت ، بت پرستی ، بیٹیوں کو دفن کرنا اور معمولی باتوں پر قبائل کے قتل وقتال کے سلسلے عروج پر تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور حکمت عملی سے غیر مسلموں کو صراط مستقیم پر لانے کے لئے بڑے احتیاط اور مخفی طریقوں سے دعوت جاری رہا۔

احوال قبل از قبول اسلام

آہستہ آہستہ توحید ورسالت کی یہ صدا حضرت عمر فاروقؓ کے گھرانے میں بھی گونجنے لگی اور آپ کے بہنوئی حضرت سعید بن زیدؓ اور آپؓ کی بہن حضرت فاطمہ بھی ایمان لے آئی ۔ حضرت عمر فاروق اپنے خاندان کے جس فرد کے بارے میں اسلام لانے سے باخبر ہوجاتے اس کے دشمن بن جاتے ، ان کے خاندن میں لبینہ نام کی ایک کنیز نے بھی اسلام قبول کیا تھا تو اس پر بے حد غصہ ہو کر اتنا مارتے کہ تھک جاتے ۔ پھر کہتے کہ ذرا دم لے لوں پھر ماروں گا۔ اسکے علاوہ بھی جس مسلمان پر بس چلتا اس کیساتھ اتنی سختی سے پیش آتے تا کہ وہ اسلام سے منہ پھیر لے حالانکہ ان میں جو اسلام لاتا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے روحانی اور نورانی توجہات کے طفیل اسلام چھوڑنے کا تصور بھی کرنے کا روادار نہ ہوتا۔

مشرکین کی اہم میٹنگ

انہی حالت میں مکہ کے تمام بڑے بڑے مشرکین کے سرداروں میں اہم میٹنگ ہوئی جس میں مسلمان کے روزافزوں بڑھتی ہوئی تعداد پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ان کے سد باب کے بارے میں غور وحوض جاری تھا جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ اسلام کی اشاعت چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کی وجہ سے ہے اگر شخص کو میدان سے ہٹا دیا جائے ،معاذ اللہ قتل کردیا جائے تو یہ سالا معاملہ رک جائے گا لیکن یہ شنیع عمل کون کرے گا۔ اس کے لئے کوئی بھی تیار نہ ہوسکا۔ اس دوران اچانک حضرت عمرؓ اٹھے اور تلوار کھینچ کر کہا کہ یہ کام میں کروں گا۔ ابھی جا کر اس کا کام تمام کر کے اُن کا سر آپ کے پاس لاتا ہوں۔

آپؐ کو شہید کرنے کا فیصلہ

ہاتھ میں تلوار لئے سیدھے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رواں ہیں مگر ''آمد آں یارے کے ما میخواستیم'' انتہائی غضب اور غصے کی حالت میں جارہے تھے کہ راستہ میں نعیم بن عبداللہ بن گئے۔ پوچھا عمر! خیریت تو ہے بڑے غصہ کی حالت میں ہو تو عمر نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرنے جارہا ہوں، سارے عرب اور مکہ میں پریشانی پیدا کی ہوئی ہے۔ نئے دین کی بات کرتا ہے، ہمارے معبودین کو باطل کہتا ہے۔

بہن اور بہنوئی کا قبول اسلام

نعیم بن عبداللہ نے فرمایا۔ اچھا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لو، تمہاری بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو چکے ہیں یہ سن کر فوراً اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ گھر میں ان کی بہن فاطمہ قرآن کی تلاوت کر رہی تھی، آہٹ سن کر فوراً قرآن کے اوراق کو چھپا دیا۔ بہن سے پوچھا کہ آپ کیا پڑھ رہی تھیں؟ فاطمہ نے کہا کچھ نہیں حضرت عمرؓ نے کہا مجھے معلوم ہو چکا ہے تم مرتد ہو چکی ہو یہ کہہ کر بہنوئی حضرت سعید بن زید سے دست و گریبان ہوگئے بہن بچانے کیلئے آگے آئے اس شدت سے اسے مارا کہ لہولہان کردیا۔ اسی حالت میں ان کی زبان سے یہ بات نکلی اے عمرؓ! جو کرسکتے ہو کرلو مگر اب آپ اسلام ہمارے دل سے نہیں نکال سکتے۔ خواہ تم ہمیں شکنجے میں کس دو یا ٹکڑے ٹکڑے کردو۔

بہن کے الفاظ سے دل کی دنیا بدل گئی

محترم سامعین! بہن کے یہ الفاظ حضرت عمر کی زندگی بدلنے کا سبب بنے۔ بہن کی طرف شفقت کی نظر سے

دیکھا جنکے بدن سے خون جاری تھا اور آنکھوں سے آنسو لیکن اس تکلیف کے باوجود اللہ کا نام زبان پر جاری تھا، یہ حالات دیکھ کر حضرت عمر کی حالت بدل گئی اور بہن سے کہا کہ تم لوگ جو پڑھ رہے تھے مجھے بھی لا کر دکھاؤ۔ بہن نے کہا کہ تم بغیر غسل کے اُسے نہیں چھو سکتے، غسل کیا اور ان اجزائے قرآنی کو دیکھا جسمیں یہ آیات تھیں سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الحدید : ۱) جب ان آیات یعنی آمنوا بالله ورسول کو سنا تو بے ساختہ زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله

بارگاہ رسالتؐ میں حاضری

اسی وقت رسول اللہ کی خدمت میں حاضری کی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ دارارقم میں تھے، جب اندر داخل ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیوں عمرؓ؟ کس ارادے سے آئے ہو؟ تو حضرت عمرؓ نے سر جھکا کر بولے ایمان لانے کے لئے ۔ یہ کہنا تھا کہ صحابہ کرامؓ نے فرط جوش ومحبت میں نعرہ تکبیر کی صدا بلند کی جس کی وجہ سے مکہ کی پہاڑیاں اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھیں۔

سید الکائناتؐ کی دعا

جب مکہ میں مسلمانوں پر بے تحاشا ظلم وستم کئے گئے تو ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹوٹے ہوئے دل سے رب العالمین کی بارگاہ میں دعا فرمائی۔''اللهم اعز الاسلام لعمر بن خطاب اوبعمرو بن هشام '' کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ھشام کے ذریعہ اسلام کو عزت وطاقت دے، بارگاہ الٰہی میں یہ دعا قبول ہوئی اور عمر بن الخطاب اسلام لائے، اسی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ کو ''مراد رسول''، صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔اس کے علاوہ تمام صحابہ کرام مرید تھے۔

معزز بھائیو! حضرت عمر فاروقؓ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑی طاقت اور ہمت حاصل ہوئی اور سب سے پہلے حضرت عمر فاروقؓ کی وجہ سے اعلانیہ طور پر مسجد الحرام میں عبادت ہونے لگی اور مسلمانوں نے کچھ سکھ کا سانس لیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو تمام مسلمان چھپ چھپ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے لیکن جب حضرت عمر فاروق نے ہجرت فرمائی تو اعلانیہ طور پر ہجرت فرمائی۔ حضرت عمر فاروق اسلام لانے کے بعد اسلام کے ایسے سپاہی بنے کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات پر فرماتے ''میں ابوبکر وعمر، میں ابوبکر وعمر'' یہ تعلق بھی ایسا قائم ہوا کہ تا قیامت ایک دوسرے سے جدا نہ ہوسکے۔ دنیا میں بھی اکھٹے اور روضہ انور میں بھی یہ تینوں ساتھی ساتھ ساتھ آرام فرما ہیں۔

بارگاہ رسالتؐ میں مقام ومرتبہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو اس اونچے مقام وشان سے نوازا کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے: عن عقبة بن عامر قال قال النبیؐ لوکان بعدی نبی لکان عمر بن خطاب ''نبی کریم ا نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے'' ایک دوسری جگہ رحمۃ للعالمین کا ارشاد ہے: عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہؐ لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یك أحدفی امتی فانه عمر ''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں محدث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہوا تو وہ عمر ہوں گے'' چونکہ امت محمدیؐ تمام امتوں سے افضل وارفع ہے تو اس امت میں جو محدث ہوں گے وہ بھی بڑے اعلیٰ وارفع ہوں گے۔طلبائے کرام موجود ہیں یہاں محدث کا معنی وہ روشن ضمیر شخص جس کے دل میں غیب سے کوئی بات الہام کی جائے جو دوسروں کو معلوم نہ ہو پھر وہ شخص اس بات کو دوسروں تک پہونچا تا ہے ا ور یہ مرتبہ اس شخص کو نصیب ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نوازے، حضرت عمر بھی اس امت کے محدث تھے۔

احکام الٰہیہ اور فاروق اعظمؓ کی آراء میں موافقت

یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ نے جو مشورہ اور رائے پیش کی اور اس کے مطابق قرآن مجید کی آیاتیں نازل ہوئیں، حضرت ابن عمر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا، تین باتوں میں میرے پرودگار کا حکم میری رائے کے مطابق نازل ہوا (۱) ایک تو مقام ابراہیم کو نماز ادا کرنے کی وجہ قرار دینے کے بارے میں (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں کے پردے کے بارے میں اور (۳) بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔

غیرت ایمانی کا حیرت انگیز واقعہ

معزز حاضرین! اللہ تعالیٰ نے آپؓ میں عدل و انصاف کی بھی صفت بدرجہ غایت ودیعت فرمائی تھی اور رب العالمین کی طرف سے فاروق کا لقب بھی حاصل کیا۔ روایت ہے کہ ایک یہودی اور منافق کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا اور تصفیہ کے لئے یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثالث بنانے کی تجویز رکھی، منافق مشرکین قریش کے سردار کعب ابن اشرف کو ثالث بنانے پر مصر تھے۔کافی حیل و حجت کے بعد دونوں نے آپؐ کو ثالث بنانا مان لیا، چنانچہ وہ دونوں اپنا قضیہ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضورؐ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا، کیونکہ اس کا حق پر ہونا ثابت تھا لیکن منافق نے اس فیصلے کو تسلیم نہیں کیا کہنے لگا اب ہم عمرؓ کو ثالث بنائے گئے۔ وہ جو فیصلہ دیں گے ہم دونوں پر واجب التسلیم ہوگا۔ یہودی نے معاملہ کو نمٹانے کی خاطر منافق کی بات بھی مان لی اور اس کے ساتھ حضرت عمر کے پاس گیا یہودی نے حضرت عمر کو بتایا کہ ہم دونوں پہلے

حضرت محمدؐ کو ثالث مان کر ان کے پاس گئے تھے اورانہوں نے میرے حق میں فیصلہ دیا تھا، یہ شخص (منافق) حضرت محمدؐ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا اور اب مجھے تمہارے پاس لے کر آیا ہے حضرت عمرؓ نے منافق سے پوچھا اس یہودی نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے، منافق نے تصدیق کی کہ ہاں اس کا بیان بالکل درست ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم دونوں یہیں ٹھہرو جب تک میں نہ آؤں واپس نہ جانا یہ کہہ کر گھر میں گئے اور تلوار لے کر باہر نکلے اور پھر اس تلوار سے منافق کی گردن اڑا دی اور کہا، جو شخص اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کے فیصلہ کو تسلیم نہ کرے اس کے حق میں میرا فیصلہ یہی ہوتا ہے، اسی پر یہ آیت نازل ہوئی: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء: ٦٠) ’’کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی وہ اپنے مقدمے شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں (حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا کہ اس کو نہ مانیں) اور جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ عمر حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں اس دن سے عمر کا لقب فاروق مشہور ہوگیا۔‘‘

عدل وانصاف پر مبنی فلاحی ریاست

محترم سامعین! حضرت عمر فاروقؓ ہر لحاظ سے ایک کامل ترین شخصیت کے حامل تھے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ،خوف خدا، عاجزی وانکساری عدل وانصاف کا عظیم پیکر تھے، ان تمام صفات کے ساتھ ساتھ ایک بہترین خلیفۃ المسلمین بھی تھے، ذاتی اوصاف وکمالات کے علاوہ خلیفہ ہونے کی حیثیت سے عمر بن خطاب نے جو عظیم خدمات انجام دیں ان کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی، حقیقت یہ ہے کہ وہ انسانی تاریخ کے بے نظیر خلیفہ اور حکمران تھے، انبیاءؑ کے علاوہ کسی حکمران کو ان کے مقابلے میں نہیں رکھا جاسکتا ان کی خدمات ان کی اصلاحات ان کی فتوحات ان کا انداز حکمرانی ان کا عدل وانصاف اور ان کا نظام احتساب ہر چیز بے مثال ہے دنیا کے بڑے بڑے انقلابوں ،فاتحوں، حکمرانوں، عادلوں اور صاحب کردار انسانوں کے سامنے لائیں اور انہیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیجئے اور دوسرے پلڑے میں اکیلے عمر فاروق کو رکھ دیجئے اور پھر ضمیر کو ہر قسم کے تعصّبات سے آزاد کرکے پوچھئے کس کا پلڑا بھاری ہے؟ تو سو فیصد یقین کے ساتھ کہنا ہوگا کہ آپ کا ضمیر عمرؓعمرؓ پکار اٹھے گا اور ہم اگر انکی خدمات اور اصلاحات کو دیکھیں جن کا دائرہ مذہب سے سیاست تک معاشیات سے معاشرے تک ہر جگہ پھیلا ہوا ہے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اس دور میں جسے غیر ترقی یافتہ دور کہا

جاتا ہے انہوں نے ہر شعبہ میں کیسی کیسی انقلابی اصلاحات تجویز کیں۔

نظام حکومت میں انقلابی اصلاحات

محترم دوستو! سیاسی اور معاشرتی طور پر بھی حضرت عمر فاروقؓ نے وہ اصلاحات کیں جن کو دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے، سب سے پہلے انہوں نے بیت المال یعنی خزانہ قائم کیا ہے۔ سب سے پہلے عدالتیں اور قاضی انہوں نے مقرر کئے، تاریخ اور سنہ انہوں نے قائم کیا جو آج تک جاری ہے، مقبوضہ ممالک کو صوبوں میں تقسیم کیا اور کئی شہر یعنی کوفہ، بصرہ، جیزہ، فسطاط اور موصل انہوں نے آباد کرائے۔ امیر المومنین کا لقب سب سے پہلے انہوں نے اختیار کیا، فوجی و دفتر کے ملازمین کی تنخواہیں انہوں نے مقرر کیں، مردم شماری اور زمین کی پیائش انہوں نے کرائی، جیل خانہ، پولیس کا محکمہ اور فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ راستوں میں مسافر خانے اور شہروں میں مہمان خانے تعمیر کرائیں مدارس قائم کئے اور معلموں، اماموں اور موذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں۔ غریب عیسائیوں اور یہودیوں کے وظیفے مقرر کئے، حضرت ابوبکرؓ کو اصرار کیساتھ قرآن کی ترتیب پر آمادہ کیا اور اپنے اہتمام کیساتھ اس کام کو پورا کیا، وقف کا طریقہ ایجاد کیا اور مساجد میں روشنی کا انتظام کیا، مساجد میں وعظ کا طریقہ رائج کیا اور یہ اسلام میں اس نوعیت کا پہلا وعظ تھا، راہ پر پڑے ہوئے بچوں کی پرورش کیلئے وظیفے مقرر کئے، ان کے علاوہ بھی حضرت عمر فاروقؓ کی بے بہا اصلاحات اور خدمات ہیں جو حضرتؓ کی اولیات میں شمار ہوتی ہیں۔

رعایا کے ساتھ سلوک

آج ہر طرف امن وامان کا فقدان، ظلم و جبر کا دور دورا ہے۔ قتل وغارت اور فساد سے ہر جگہ خون آلودہ ہے حالانکہ جدید ٹیکنالوجی کا دور ہے، منصب حکمرانی پر بڑے منچلے حکمران براجمان ہیں، مگر وسائل کے باوجود مسائل کا حل معلوم نہیں ہورہا اور دوسری طرف حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت پر نظر دوڑائیں تو صرف ۱۰ سال ۴ ماہ کے قلیل عرصے میں ۲۲ لاکھ ۵۱ ہزار مربع میل علاقے فتح کئے اور پھر ایسا نظام حکومت قائم کیا کہ تا قیامت اس کی مثال ملنا ممکن نہیں، ساری رات اپنی رعایا کی خبر گیری کے لئے گشت کرتے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر فاروقؓ اچانک میرے مکان پر تشریف لائے، میں نے کہا کہ آپؓ نے کیوں تکلیف فرمائی مجھے ہی ملا لیا ہوتا، فرمایا ابھی مجھے معلوم ہوا کہ شہر کے باہر ایک قافلہ اترا ہے۔ لوگ تھکے ماندے ہوں گے آؤ مل کر ان کا پہرہ دیں۔ چنانچہ ہم دونوں ان قافلے والوں کے پاس گئے اور رات بھر ان کا پہرہ دیتے رہے۔ اسی طرح ان کے کارناموں اور خدمات پر کتابیں بھری پڑی ہیں۔ رب کائنات ہم سب کو صحابہ کرامؓ کے کردار و اعمال کو اپنانے کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)

مولانا راشد الحق سمیع
مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الحق''

(قسط اول)

سفرنامہ انڈونیشیا

انڈونیشین کی حکومت کی دعوت پر پاکستانی علماء، دانشوروں کا دورہ

راقم اور اسفار کا بچپن سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے، میں ابھی صرف نو سال کا تھا کہ ہندوستان کے سفر پر حضرت دادا جان مولانا عبدالحقؒ اور حضرت والد ماجد مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے ہمراہ پہلی مرتبہ عازم سفر ہوا، اس تاریخی سفر کے دن رات اور یادگار لمحات وواقعات آج تک حافظے کی لوح پر پتھر کی لکیر کی طرح محفوظ ہیں، کبھی موقع ملا تو سفرِ ہندوستان کی بھی مختصر روداد لکھوں گا۔

حالیہ انڈونیشیا کا سفر بھی مجھے بادل نخواستہ کرنا پڑا کیونکہ اِس سے ڈھائی تین ماہ پہلے چین کا میرا بڑا مصروف ترین وزٹ ہوا تھا اور اُس سفر میں مسلسل جہازوں کے لمبے اسفار کے وجہ سے میں بہت زیادہ اکتاہٹ اور تھکاوٹ کا شکار ہو گیا تھا، چین کے ایک ماہ بعد افریقہ کے دور دراز ممالک سینگال، گیمبیا وغیرہ کا بھی دعوت نامہ ملا تھا مگر میں نے اس سے بھی معذرت کر لی تھی کیونکہ افریقہ کے کئی ملکوں میں مرحوم کرنل قذافی کی دعوت پر متعدد بار لیبیا سے ہوتے ہوئے مختلف ممالک کی کانفرنسوں میں گئے تھے اور یوں کئی سال پے در پے افریقہ کے جنگلوں اور صحراؤں کی خاک بھی چھانی پڑی تھی......

دشت تو دشت ہیں صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

لڑکپن ''دورِ جاہلیت'' کے ایام میں میری قسمت کے پیچ وخم کو ایک بار ایک پامسٹ دوست نے ٹٹولا تھا اور اُس انجم شناس نے میرا ہاتھ دیکھ کر بتایا تھا کہ تمہارے ہاتھ کی لکیروں میں بہت زیادہ بیرونی اسفار ہیں، تم بہت زیادہ دنیا کی سیر کرو گے تو اس وقت میں نے اس کو مذاق سمجھا تھا لیکن وہ مذاق حقیقت کا روپ دھار چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اپنی صحرانورد طبیعت کی بدولت درویشی اور فقیری میں ہی درجنوں ممالک دیکھ چکا ہوں اور وہ بھی کئی کئی بار۔ ہوسکتا ہے کہ ہاتھ کی لکیروں میں

راستوں، شاہراؤں اور منزلوں کے نشاں پنہاں ہوں......

عشق کی اک جست نے طے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

اسی طرح اس دوست نے ساتھ میں یہ پیشنگوئی بھی کی تھی کہ تم متعدد شادیاں بھی کرو گے، معلوم نہیں کہ یہ دوسری پیشنگوئی کب پوری ہوگی؟ (اسی لئے حدیث میں نجومیوں کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ جھوٹ اور فریب وغیرہ سے بھی کچھ نہ کچھ کام لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے) حالانکہ اس کو پہلے پورا ہونا چاہیے تھا مگر وہ اب تک تشنہ طلب ہے، پہلی پیشنگوئی کے نتیجے میں تو صرف تجربات اور گردِ سفر ہی ہاتھ آیا، کبھی کبھی اس پامسٹ دوست سے دوسری پیشنگوئی کے بارے میں استفسار کرتا رہتا ہوں تو وہ اپنی پیشنگوئیوں پر اَب تک مصر ہے کہ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ کہ وہ بھی جلد ہی پوری ہوگی، آخر دلِ امید کو دلفریب وعدوں سے انسان کب تک بہلائے؟......

نہ منزل ہے نہ منزل کا نشاں ہے
کہاں پہ لا کے چھوڑا ہے کسی نے

تو اسی باعث افریقہ کے ایک ماہ پر مشتمل طویل سفر سے پیشگی معذرت کرلی تھی کہ میرے تھکے اور بھیگے پروں میں اب اتنی سکت نہیں کہ دوبارہ فوری محو پرواز ہوسکوں۔ اس کے کچھ دنوں بعد ہی برادرم اسرار صاحب نے اپنی تنظیم IRCRA (جس کے وہ سربراہ بھی ہیں) کی دعوت پر نئے سفر انڈونیشیا کا جرس بجایا کہ انڈونیشیا کا دو ہفتے کا سفر نومبر ۲۰۲۳ء کے آخری ہفتے میں فائنل ہوگیا ہے اور آپ کا نام بھی سفارتخانے نے منتخب کرلیا ہے، اس ''بے وقت'' کرم نوازی پر میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ میں معذرت بھی کی کہ اب پائے شکستہ میں وہ استقلال نہیں رہا اور نہ پروں میں وہ دم خم باقی ہے کہ تم جیسے تازہ واردان بساطِ ہوائے دل کا ساتھ دوں، برادرم اسرار صاحب نے چپکے سے ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب سے میری ''شکایت'' لگائی اور کچھ دن بعد ڈاکٹر صاحب نے بھی تاکیداً حکم صادر فرمایا کہ راشد ضرور تمہارے ہمراہ راہی سفر ہوگا۔ الامر فوق الادب کے پیش نظر مجبوراً پھر کمر کسی اور قافلہ ''بادہ پیا'' کہ ہمراہ پابہ رکاب ہوگیا......

رو میں ہے رخش عمر کہاں دیکھئے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ئے رکاب میں

اور مرا در منزل جانان چہ امن عیش چون ہر دم
جرس فریادمی دارد کہ بربندید محمل ھا

یار دوست تو سفر کو بہت زیادہ آسان سمجھتے ہیں لیکن سفر سفر ہوتا ہے چاہے یہ انفرادی ہو یا اجتماعی ہو، اپنی خواہش پر ہو یا حکومتوں کی دعوت پر؟ اس کے لئے لمبی چوڑی تیاری کرنی پڑتی ہے اور متعدد بار اسلام آباد اور سفارتخانوں کے چکر وغیرہ لگانے پڑتے ہیں تب کہیں منزل مقصود نظر آتی ہے اور پھر کہیں جا کر دَم بھر کو چہ جاناں میں گھڑی دو گھڑی کا سکون و سایہء دیوار نصیب ہوتا ہے، لہٰذا تمام تر تیاری کے بعد 26 نومبر کو قافلہ کے ہمراہ دوحہ اور پھر دوحہ سے انڈونیشیا کے دارالحکومت جانے کا پروگرام فائنل ہوگیا لیکن اس دوران بدقسمتی سے جامعہ میں کچھ مسائل آڑے آ گئے جس کی بنا پر میں قافلہ سے مجبوراً رہ گیا اور پھر دو دن بعد اکیلے 28 نومبر کو جکارتہ کے لئے قطر ایئر لائز کے ذریعے روانہ ہوگیا۔

اسلام آباد ایئرپورٹ سے تین بجے شب قطر دوحہ روانگی ہوئی، پھر دوحہ میں تین چار گھنٹے ایئرپورٹ پر انتظار کے بعد جکارتہ کے لئے مسلسل ساڑھے آٹھ نو گھنٹے کی مزید اعصاب شکن فلائٹ لینا تھی جس کے لئے میں بالکل ذہنی طور پر تیار نہیں تھا لیکن مجبوراً یہ ہوائی سفر کا بھاری پتھر میرے ناتواں کندھوں کو اٹھانا ہی پڑا۔ میں گزشتہ چین کے سفرنامے میں لکھ چکا ہوں کہ ہوائی اسفار سے اب مجھے چڑ ہوگئی ہے، عہد شباب میں تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی لیکن اب ہوائی جہازوں میں سفر طے کرنا بہت بھاری محسوس ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کہ بڑھتی عمر کا اثر ہے یا جستجو و طلب میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ کبھی وہ بھی وقت تھا کہ دن رات یہ شعر دہراتا رہتا......

جز ذوق سفر جز شوق سفر کچھ اور ہمیں منظور نہیں
اے عشق بتا اب کیا ہوگا کہتے ہیں کہ منزل دور نہیں

بہرحال! گیارہ بارہ گھنٹے کے مسلسل ہوائی سفر کے مراحل طے کرنے کے بعد 28 نومبر کو جکارتہ کو رات کے وقت پہنچ گیا۔ تقریباً سفر کے دوران تمام ایئرپورٹس میں انتظار کے لمحات وغیرہ کو ملا کر بیس بائیس گھنٹے جکارتہ تک پہنچنے میں لگ جاتے ہیں۔ ایئرپورٹ پر امیگریشن حکام نے ایک دو منٹ کے لئے روکا اور پاسپورٹ کسی دوسرے دفتر میں لے جا کر پھر واپس کر دیا کیونکہ میرے پاس انوٹیشن لیٹر نہیں تھا۔ دراصل وہ سرکاری لیٹر اور دوسرے ضروری کاغذات تو وفد کے ساتھ ہی تھے

اوروہ دو دن پہلے پہنچ چکے تھے۔ بہرحال ایئرپورٹ سے نکل کر شدید گرمی اور حبس کے جکڑ نے میرا استقبال کیا۔ میں پاکستان سے خیبر پختونخوا اور اسلام آباد کی شدید سردی میں لپٹا اور ٹھٹھرتا ہوا روانہ ہوا تھا، قدرت کے عجائبات ملاحظہ کیجئے کہ انڈونیشیا آسٹریلیا میں نومبر دسمبر وغیرہ میں شدید گرمی واقع ہوتی ہے۔ایئرپورٹ پر انڈونیشین ایمبسی کے جناب ذوالفقار صاحب استقبال کے لئے کھڑے تھے، انہوں نے گرمجوشی سے استقبال کیا اور مجھے ہوٹل لے گئے ،گاڑی میں ایئر کنڈیشن فل سپیڈ پر تھا لیکن پھر بھی میرے جسم پر پسینے کے قطرے رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے،شاید انہیں بھی کافی عرصے بعد باہر نکلنے کا موقع ہاتھ آیا تھا۔

جکارتہ بہت زیادہ گنجان اور آبادی والاعظیم شہر ہے ،گاڑی سے باہر ہرطرف لائٹیں اور سبزہ وغیرہ نظر آرہا تھا،تمام شہر بہت زیادہ صاف ستھرا،اُجلا اور پُررونق معلوم ہورہا تھا۔ جناب ذوالفقار صاحب مجھ سے مسلسل انگلش وعربی زبان میں سوالات پوچھ رہے تھے اور گپ شپ لگا رہے تھے۔ وہ مجھے مسلسل کریدتے رہے آخر جب انہیں معلوم ہوا کہ میرا تعلق جامعہ حقانیہ اور مولانا سمیع الحق شہیدؒ سے ہے تو انہیں بہت تعجب ہوا اور وہ خوشی وعقیدت کا اظہار کرنے لگے ، دراصل جناب ذوالفقار صاحب گزشتہ آٹھ برس سے مسلسل اسلام آباد میں سفارتخانے میں ملازمت کررہے ہیں تو اس لئے وہ پاکستان کے جغرافیے اوراس کی سیاست سے بخوبی واقف ہیں۔تو اس لئے انہوں نے مجھے بہت زیادہ محبت اور خلوص سے نوازا اور حضرت والد صاحب شہیدؒ کا بہت دیر تک ذکر خیر کرتے رہے۔اللہ تعالیٰ جناب ذوالفقار صاحب کو نیک خواہشات اور محبتوں کا صلہ دے۔کچھ دیر بعد ہوٹل پہنچ گئے اور وہاں پر ذوالفقار صاحب مجھے جناب اسرار صاحب اوراسماعیل صاحب کے کمرے میں لے گئے ،انہوں نے میرا استقبال کیا لیکن ان کے چہرے مرجھائے اور بیمار لگ رہے تھے ،استفسار پر پوچھا کہ ہم لوگ تو یہاں آتے ہی سارے شدید بیمار ہوگئے ہیں اور آدھے سے زیادہ قافلہ بخار،زکام وغیرہ سے اَدھ موا ہواپڑا ہے۔ یہ ابترصورتحال دیکھ کر میں حیران رہ گیا کہ قافلہ منزلِ مقصود پر پہنچتے ہی ''لُٹ'' گیا۔

بہرحال ! کچھ دیران کے ساتھ بیٹھنے کے بعد میں نے اجازت چاہی کیونکہ شدید تھکاوٹ اور بے خوابی کے ہاتھوں سر وبالِ دوش بن رہا تھا۔ساتھ میں انہوں نے خوشخبری سنائی کہ علی الصبح تیاری کے بعد ''جامعہ الصدیقیہ'' کا وزٹ کرنا ہے اوراس وزٹ میں آپ وفد کی نمائندگی کریں گے کہ آپ ''تازہ دم'' ہیں اور ہم اکثر ساتھی نہیں جارہے کیونکہ زیادہ لوگ بیمار ہیں۔میں نے بھی عذر تراشنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں! آپ کا نام فائنل ہو چکا ہے۔ بہرحال! عشاء کی نماز پڑھی اور

باہر شیشے سے جکارتہ شہر پر نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ ٹوکیو کی طرح یہ بہت بڑا شہر ہے، ہر طرف اونچے اونچے درخت اور بجلی کے کھمبے نظر آرہے تھے جو آپس میں سرگوشیوں میں مصروف تھے، میں بغیر کھانا کھائے بستر پر دراز ہوگیا، مسلسل بائیس گھنٹے سفر کے بعد یوں محسوس ہورہا تھا کہ بائیس گھنٹوں کی تھکاوٹ نہیں بلکہ بائیس برس کی تھکاوٹ، ہجوم افکار اور جہاز میں بے خوابی کا مرض میرے ہمراہ ہے......

کچھ جہدِ مسلسل سے تھکاوٹ نہیں لازم
انساں کو تھکا دیتا ہے سوچوں کا سفر بھی

انڈونیشیا کی تاریخ

انڈونیشیا کا پورا نام ریپبلک آف انڈونیشیا ہے، جو عالم اسلام کا سب سے بڑا آبادی والا ملک ہے، یہ محل وقوع کے اعتبار سے ایشیا کے جنوب مشرق میں واقع ہے، یہاں مسلمانوں کی تعداد اٹھائیس کروڑ سے زائد ہے۔ انڈونیشیا میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً اٹھاسی فیصد بنتا ہے، انڈونیشیا دنیا کے عجائبات عالم میں سے ایک اہم ملک ہے کیونکہ یہاں تقریباً سات سو زبانیں بولی جاتی ہیں اور قبیلوں کی تعداد بھی ساڑھے تیرہ سو کے لگ بھگ ہے، کہتے ہیں کہ دنیا میں زیادہ آبادی اگر کسی جزیرے میں پائی جاتی ہے تو یہ انڈونیشیا کا جاوا جزیرہ ہے جس پر کرہ ارض کے سب سے زیادہ انسان بستے ہیں، انڈونیشیا کو مجموعۃ الجزائر بھی کہا جاتا ہے، اس ملک میں تقریباً اٹھارہ ہزار سے زائد جزیرے ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے یہ دنیا کا چوتھا بڑا ملک ہے، جس کا رقبہ تقریباً انیس لاکھ مربع کلومیٹر ہے۔ یہ جنوب مشرقی ایشیا کا جزائر پر مشتمل بڑا ملک ہے یہ خط استوا کے قریب ہے، انڈونیشیا بحرالکاہل اور بحر ہند کے درمیان واقع ہے اس لئے اسے ایک بین البراعظمی ملک بھی کہا جاتا ہے۔ سمندروں، گہرے پانیوں اور جزیروں کی کثرت نے اس ملک کی اہمیت کو اجاگر کیا اور انہی کے ذریعے تجارت وغیرہ نے انڈونیشیا کی ابتدائی تاریخ کو جنم دیا ہے۔ پھر انڈونیشیا کا خطہ مختلف ممالک سے آئے ہوئے لوگوں اور نسلوں سے آباد ہوا ہے اس لئے یہاں پر مختلف ثقافتوں، نسلوں اور زبانوں میں تنوع پایا جاتا ہے۔ خصوصاً اسلام یہاں پر عرب تاجروں کی ایماندارنہ اوراعلیٰ اخلاق کی وجہ سے پھیلا۔ چودھویں صدی کے شاہی حکمرانوں نے اسلام قبول کیا، کہتے ہیں کہ دنیا میں انڈونیشیا اس حوالے سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے کہ اس پورے ملک نے اسلام کو بطور مذہب خوش دلی اور بغیر کسی جنگ و دباؤ کے قبول کیا ہے۔ یہ ملک ۱۷/اگست ۱۹۴۵ء کو دوسری جنگ عظیم کے بعد آزاد ہوگیا اور سب سے پہلے قائداعظم نے اس کو بطور ریاست کے قبول کیا اسی لئے انڈونیشیا کے صدر نے پہلا سرکاری دورہ بھی پاکستان ہی

کا کیا اور دونوں ممالک کے درمیان بڑا دوستانہ تعلق ابتداء ہی سے قائم ہے۔ ہمارا دورہ بھی انڈونیشین حکومت نے دوستانہ تعلقات کو مزید فروغ دینے کے لئے اسپانسر کیا تھا۔ انڈونیشیا دنیا بھر میں سیاحت کے لئے بھی سستا ترین ملک کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔

''انڈونیشیا کی ریاست کی حدود بیسویں صدی کی ڈچ ایسٹ انڈیز کی سرحدوں سے ملتی ہیں، خیال کیا جاتا ہے کہ آسٹرونیشیائی لوگ، جو جدید آبادی کی اکثریت بناتے ہیں، وہ اصل میں تائیوان سے تھے اور دو ہزار قبل مسیح کے قریب انڈونیشیا پہنچے تھے۔ ساتویں صدی عیسوی سے، طاقتور سری وجئے بحری سلطنت نے اپنے ساتھ ہندو اور بدھ مت کے اثرات کو فروغ دیا، زرعی بدھ سلیندرا اور ہندو ماترم خاندان اس کے بعد اندرون ملک جاوا میں پروان چڑھے اور زوال پذیر ہوئے۔ آخری اہم غیر مسلم بادشاہی، ہندو مجاپہیت بادشاہی، تیرویں صدی کے آخر سے پروان چڑھی اور اس کا اثر انڈونیشیا کے زیادہ تر حصے پر پھیلا۔ انڈونیشیا میں اسلامی آبادی کے ابتدائی شواہد شمالی سماٹرا میں تیرہویں صدی کے ہیں۔ انڈونیشیا کے دیگر علاقوں نے آہستہ آہستہ اسلام کو اپنا لیا، جو جاوا اور سماٹرا میں بارہویں صدی کے آخر تک سولہویں صدی تک غالب مذہب بن گیا، زیادہ تر حصے میں اسلام نے موجودہ ثقافتی اور مذہبی اثرات کو ڈھانپ لیا اور ملایا، پرتگالی جیسے یورپی باشندے سولہویں صدی سے انڈونیشیا پہنچے اور مالوکو میں قیمتی جائفل، لونگ اور کیوب کالی مرچ کے ذرائع پر اجارہ داری قائم کرنے کی کوشش کی، 1602 میں، ڈچوں نے ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی VOC قائم کی اور 1610 تک غالب یورپی طاقت بن گئی، دیوالیہ ہونے کے بعد، VOC کو 1800 میں باضابطہ طور پر تحلیل کر دیا گیا اور نیدرلینڈ کی حکومت نے ڈچ ایسٹ انڈیز کو حکومت کے کنٹرول میں قائم کیا۔ 20ویں صدی کے اوائل تک، ڈچ غلبہ موجودہ حدود تک پھیل گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران 1942-1945 میں جاپانی حملے اور اس کے نتیجے میں قبضے نے ڈچ حکمرانی کا خاتمہ کیا اور انڈونیشیائی تحریک آزادی کی حوصلہ افزائی کی جو پہلے دبا دی گئی تھی۔ اگست 1945 میں جاپان کے ہتھیار ڈالنے کے دو دن بعد، قوم پرست رہنما سوکارنو نے آزادی کا اعلان کیا اور صدر بن گئے۔ ہالینڈ نے اپنی حکمرانی کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن ایک تلخ مسلح اور سفارتی جدوجہد دسمبر 1949 میں ختم ہوئی، جب بین الاقوامی دباؤ کے پیش نظر، ہالینڈ نے انڈونیشیا کی آزادی کو باضابطہ طور پر تسلیم کرلیا، 1965 میں بغاوت کی کوشش کے نتیجے میں فوج کی قیادت میں کمیونسٹ مخالف پرتشدد کارروائیاں شروع ہوئیں جس میں نصف ملین سے زیادہ لوگ مارے گئے۔ جنرل سہارتو نے سیاسی طور پر صدر سوکارنو کو پیچھے چھوڑ دیا اور مارچ 1968 میں صدر بن گئے،

ان کی نیو آرڈر انتظامیہ نے مغرب کی حمایت حاصل کی، جس کی انڈونیشیا میں سرمایہ کاری بعد کی تین دہائیوں کی خاطر خواہ اقتصادی ترقی میں ایک اہم عنصر تھی، تاہم 1990 کی دہائی کے آخر میں، انڈونیشیا مشرقی ایشیائی مالیاتی بحران سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والا ملک تھا، جس کی وجہ سے عوامی مظاہرے ہوئے اور 21 مئی 1998 کو سہارتو کا استعفیٰ ہوا، علاقائی خودمختاری کا پروگرام، مشرقی تیمور کی علیحدگی اور 2004 میں پہلے براہ راست صدارتی انتخابات، سیاسی اور اقتصادی عدم استحکام، سماجی بدامنی، بدعنوانی، قدرتی آفات اور دہشت گردی نے پیشرفت کو سست کر دیا ہے۔ اگرچہ مختلف مذہبی اور نسلی گروہوں کے درمیان تعلقات بڑی حد تک ہم آہنگی پر مبنی ہیں، تاہم بعض علاقوں میں شدید فرقہ وارانہ عدم اطمینان اور تشدد بدستور مسائل ہیں۔

انڈونیشیا کی قومی زبان بھاشا انڈونیشیا ہے اور ملایائی ہے، یہ ملک ملائیشیا کے اکثر حصوں میں بھی سمجھی اور بولی جاتی ہے، اس زبان پر عربی اور سنسکرت کی گہری چھاپ ہے، سنسکرت کے بے شمار الفاظ بھی اس میں شامل ہیں، یہ زبان کافی مقبول ہے اور ملک کو متحد کرنے میں اس سے خاصا کام لیا جاتا ہے، اب یہ زبان پورے انڈونیشیا میں سکھلائی جا رہی ہے۔'' (بحوالہ ویکیپیڈیا)

29 نومبر: صبح ہوٹل کے ہال میں ناشتے کی میز پر باقی شرکاء سفر سے ملاقاتیں ہوئیں، ناشتے کی میز پر اللہ تعالیٰ کی متعدد نعمتیں سجائی گئیں تھیں لیکن صبح کے وقت مجھے ناشتے کے لئے اشتہا اور بھوک بالکل نہیں ہوتی اور پھر سفر کی تھکاوٹ کا بھی طبیعت پر اثر تھا اس لئے ایک کپ چائے کے ساتھ ہلکا سا ناشتہ کرلیا۔ ہم لوگ ہوٹل کی لابی میں جمع ہوکر ''جامعہ الصدیقیہ'' جانے کے لئے بذریعہ بس تیار ہوکر روانہ ہوگئے۔ میں جب 2019 میں جاپان کے سفر پر پہلی مرتبہ گیا تھا تو وہاں پر ہمارے وفد کے لئے ایک سپیشل بس میزبانوں نے مختص کروا رکھی تھی، اسی طرح چین کے سفر میں بھی بذریعہ بس ہم سب شرکاء کو اس میں گھمایا پھرایا جاتا تھا اور اب انڈونیشیا میں بھی بذریعہ بس ہمیں لے جایا جاتا رہا۔ چاہے مہمان پانچ ہوں یا پچاس ہوں؟ انہی بسوں میں وزارت خارجہ کے ڈائریکٹرز، سینئر سفارتکار اور ہائی آفیشل آفیسرز ہمارے ساتھ ہوتے تھے۔ الگ سے کوئی پروٹوکول کی گاڑیاں نہیں ہوتی تھیں، مہمان و میزبان سب ایک ہی بس میں سوار ہوتے ہیں۔ ان ترقی یافتہ ممالک میں بس ہی کا انتظام کیا جاتا ہے اور ہم جیسے قرضدار فاقہ منش قوم کے نخرے دیکھئے کہ اسلام آباد میں باہر سے آیا ہوا کلرک لیول کا مہمان و افسر بھی مرسڈیز، بی ایم ڈبلیو اور پانچ پانچ گاڑیوں کے پروٹوکول میں گھمایا پھرایا جاتا ہے۔

بہرحال! جاپان اور چین جیسے مالدار ترقی یافتہ ممالک کی کامیابی کا راز بھی یہی میانہ روی

ہے، جکارتہ شہر میں بہت زیادہ ٹریفک کا رش ہوتا ہے، ہم لوگ ایک گھنٹہ مسافت طے کرنے کے بعد صبح ساڑھے دس بجے ''جامعہ الصدیقیہ'' پہنچ گئے۔ گیٹ پر اساتذہ، انتظامیہ اور طلبا و طالبات نے ہمارے وفد کا استقبال کیا، یہاں کے سٹوڈنٹس نہایت ہی باادب اور مہذب لگ رہے تھے، انہوں نے تمام مہمانوں کا جھک کر استقبال کیا اور احتراماً ہاتھ بھی چومے اور مہمانوں کو مرکزی دفتر پہنچایا گیا جہاں پر ایک پراجیکٹر کے ذریعے مہمانوں کو مدرسے کے بارے میں بریفنگ دینی تھی، کچھ دیر میں ایک چھوٹے قد کا طالب علم ہم سے ملنے آیا اور پھر اُس نے میزبان کی مرکزی نشست پر براجمان ہوکر ہمیں خوش آمدید کہا، ہم تمام لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے تو انڈونیشین قونصلر نے ہماری حیرانگی کو بھانپتے ہوئے کہا کہ یہ جامعہ کے مہتمم جناب احمد محروس اسکندر صاحب ہیں۔ مہتمم صاحب بہت متواضع، منسکر المزاج اور سادہ لوح انسان تھے، انہوں نے انگریزی اور عربی زبانوں میں بے تکلف انداز میں اپنے مدرسے کی تاریخ ہمیں بتائی۔

بریفنگ کے بعد مدرسہ کے مختلف شعبہ جات کا ہمیں وزٹ کرایا گیا، کلاس رومز، دفاتر اور لائبریری کے وزٹ کے بعد ہم نے مختلف طلبا اور اساتذہ سے بات چیت بھی کی، یہ مدرسہ کئی منزلوں پر مشتمل تھا، اس میں سکول کی عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم یعنی عربی زبان، گرائمر، فقہ، تفسیر اور دیگر مروجہ اسلامی فنون پڑھائے جاتے ہیں۔ مدرسے میں طلبا و طالبات کی کلاسز تقریباً ایک ساتھ ہی ہوتی ہیں، یہاں بہت معمولی سا برائے نام پردے کا اہتمام کیا گیا ہے جو ہماری نظر میں نہ ہونے کے برابر تھا، ہمارے استفسار پر مہتمم صاحب نے بتایا کہ انڈونیشیا میں جب اسلام کا ظہور ہوا اور اسلام تیزی سے پھیلنے لگا تو اس وقت کے ہمارے علماء اور اکابرین نے یہ طے کیا کہ چونکہ اس خطے میں ہزاروں سال سے بدھ مت اور ہندوازم کی جڑیں یہاں بہت پختہ ہیں تو ہم اسلامی احکامات کی تنفیذ میں نرمی اور وسعت کا خیال رکھیں گے کیونکہ ہندو، بدھ مت اور ہمارے انڈونیشین کلچر میں پردے وغیرہ کا کوئی تصور نہیں تھا اس لئے چہرے کا پردہ یہاں انڈونیشیا میں تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی طرح مدرسہ کی بریفنگ کے دوران پراجیکٹر پر نعتیہ کلام وغیرہ موسیقی کے کمپوزیشن کے ساتھ پیش کیا گیا، اس پر بھی مہتمم صاحب نے بھی ہمیں یہی بتایا کہ انڈونیشیا، ملائیشیا اور ترکی وغیرہ کے ممالک میں موسیقی کے بارے میں ہمارے کلچر میں زیادہ سختی نہیں پائی جاتی اور ابتداء ہی سے پردے اور موسیقی کے بارے میں یہاں نرمی پائی جاتی ہے، لہٰذا یہاں پر یہ نارمل چیز ہے۔

مہتمم صاحب کی بریفنگ کے بعد جناب خورشید ندیم صاحب، حضرت مولانا محمد طیب

صاحب اور راقم نے اظہار خیال کیا اور ان کی پرتکلف ضیافت پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ وفد کی طرف سے میں نے انہیں IRCRA ادارے کی طرف سے اعزازی شیلڈ پیش کی جواب میں مہتمم صاحب نے مجھے اپنے ادارے کی اعزازی شیلڈ پیش کی۔ وزٹ اور سوال و جواب کی نشست کے بعد مدرسہ کے دفتر میں مہمانوں کی تواضع کے لئے ظہرانے میں انڈونیشین کھانے پیش کئے گئے۔

انڈونیشیا میں دینی مدارس کا وجود آج کل کے عالمی حالات اور جدیدیت و مادیت زدہ ماحول میں قائم رہنا باعث غنیمت ہے۔ ایک اہم چیز جو میں نے وہاں محسوس کی ہے وہ قرآن کے ساتھ انڈونیشین عوام کی بے پناہ محبت ہے، جگہ جگہ مساجد سے قرآن پاک کی تلاوتیں سنائی دیتی ہیں اور ملک بھر میں حسن قراءت کے مقابلے بھی جاری رہتے ہیں۔ اس طرح جمعرات کی رات اور جمعہ کے دن مساجد سے درود شریف اور نعتوں کی آوازیں بھی میں نے نوٹ کیں۔ جو اس بات کا مظہر ہیں کہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ انڈونیشین مسلمانوں کی بڑی گہری وفکری و جذباتی وابستگی ہے۔

کھانے کے بعد ہم نے اُن سے اجازت لی اور واپس ہوٹل کی طرف روانہ ہوگئے۔ جکارتہ کافی قدیم شہر ہے، اس کے روڈ اور گلیاں اب بہت زیادہ ٹریفک و رش کی وجہ سے تنگ پڑ گئیں ہیں، اس لئے انڈونیشین حکومت نے نیا دارالخلافہ بنانے کی تیاریاں کرلی ہیں اور وہ جکارتہ سے اپنے دارالخلافہ منتقل کررہے ہیں، جکارتہ شہر کے سبزہ زار اور خصوصاً یہاں کی لینڈ اسکیپنگ انتہائی دیدہ زیب، خوبصورت اور دلکش ہے۔ برگ و سبزہ، غنچہء گل، شاخ و خار، ہرے پودے، بیلوں اور پتھروں کے نقش و نگار سے آراستہ جکارتہ کے گلشنوں کی باغ و بہار نے اُس کے جمال حسن کی نازشوں میں چار چاند لگا دیئے ہیں، حقیقت میں جکارتہ شہر غالب کے اس مصرع کا مصداق ہے۔

ع اُگ رہا ہے درو دیوار سے سبزہ غالبؔ

میں بھی تقریباً گزشتہ دس پندرہ برس سے دارالعلوم حقانیہ میں لینڈ اسکیپنگ ،شجرکاری اور قرآنک گارڈن وغیرہ کے بنانے میں منہمک ہوں اور اس سلسلے میں الحمدللہ کئی پراجیکٹس مکمل کرچکا ہوں تو اس لئے میری پہلی نظر پودوں اور لینڈ اسکیپنگ پر ہی پڑتی ہے۔ چین، جاپان اور دیگر مما لک کے نسبت انڈونیشین لوگوں میں اس طرف میلان بہت زیادہ ہے اور انہوں نے ایسے ایسے خوبصورت منفرد پودے اور درخت اپنے گھروں، شاہراؤں اور خصوصاً مرکزی چوراہوں میں لگائے اور سجائے ہیں کہ باذوق انسان ان پر ہی فریفتہ ہوجائے۔ جکارتہ میں نایاب اور خوبصورت پودوں کی اقسام دیکھ

کر میرے دل میں یہی تمنا اور خواہش مچل رہی تھی کہ کاش! اگر یہ ممکن ہوتا تو کم سے کم ایک بحری جہاز تو بھر کر دارالعلوم حقانیہ لے آتا تا کہ دارالعلوم کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کا سامان کرتا کیونکہ......

اگر فردوس بہ روئے زمین است ،ہمیں است وہمیں است

انڈونیشیا میں زیادہ تر لوگ پستہ قد والے ہوتے ہیں ، برصغیر میں انسانی حسن و جمال کی جو تعریف کی جاتی ہے ان کے مطابق تو یہ شاعروں ،ادیبوں ،مصوروں کے نصاب پر انڈونیشین بالکل پورے نہیں اترتے۔البتہ ان کے خوبصورت دلوں اوراعلیٰ اخلاق ومعصومیت پر بڑے بڑے حسن کی دیویوں کوقربان کیا جاسکتا ہے۔انڈونیشین لوگوں کی مسلمانی اور ایمانداری وعبادات میں انہماک پوری دنیا میں معروف ہے۔حرمین شریفین میں انڈونیشین لوگوں کا مثالی طواف اور حرمین و ایام حج میں ہروقت یکسوئی کے ساتھ نظم ونسق کے ساتھ مصروف رہنا انہی کا خاص وطیرہ ہے۔

30 نومبر: دوسرے دن محترم بیرسٹر ظفراللہ خان صاحب، مولانا طیب صاحب اور میں رات کے کھانے کے لئے ریسٹورنٹ کی تلاش میں اپنے ہوٹل سے باہر نکلے تو جناب بیرسٹر ظفراللہ خان صاحب (جو کافی تجربہ کار اور ہر معاملے میں بہت باذوق انسان ہیں) نے جکارتہ شہر کے معروف ریسٹورنٹ کا انتخاب کیا اور ہم لوگ بذریعہ ٹیکسی وہاں پہنچ گئے ،کھانا بہت لذیذ اور صاف ستھرا تھا، کھانے سے فراغت کے بعد ریسٹورنٹ کے ساتھ ہی انڈونیشین روایتی چائے خانہ تھا، میں نے ان حضرات سے خواہش کی کہ یہاں قہوہ پیا جائے لہٰذا ہم لوگ چائے خانہ میں قہوہ پینے کیلئے پہنچ گئے، انہوں نے ہمیں اوپر فلور پر بیٹھنے کیلئے کہا، ہم ابھی وہاں بیٹھے ہی تھے کہ بارش کی بوندوں نے ہمارا استقبال کیا، جناب ظفراللہ خان صاحب (جو باغ و بہار شخصیت کے مالک ہیں) نے بیٹھتے ہی فن تصوف اور وسط ایشیا کے مسلم مشاہیر کے کارناموں اور خصوصاً ان کے مزارات اور کتبوں کے حوالے سے بڑی عالمانہ فاضلانہ گفتگو شروع کی۔ جناب ظفراللہ خان صاحب چونکہ ملتان سے ہیں اسی لئے ان کے خمیر اور مزاج میں تصوف اور مزارات سے گہرا تعلق اوروابستگی عشق کی حد تک ہے تو وہ بارش کے ساتھ ساتھ ان موضوعات پر درجنوں اشعار اور خوبصورت نثر ونظم کی پھوار برسا رہے تھے، ساتھ میں قہوے کا دور بھی جاری تھا۔رم جھم بارش، گہری شام کے سائے، باذوق دوستوں کی محفل، مسافری اور آوارگی کے موسم نے دل کے سمندر کی لہروں میں مدوجزر بلکہ جوار بھاٹا کی سی کیفیت پیدا کردی......

کل رات برستی رہی ساون کی گھٹا بھی
اور ہم بھی تیری یاد میں دِل کھول کے روئے

کچھ ہی دیر میں بارش نے کسی ''طوفان نوح'' کی طرح اپنا روپ دھار لیا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ آسمان اور گھٹائیں جکارتہ پر ٹوٹ پڑی ہیں، انڈونیشیا میں بارش، برکھا، ساون، برسات کا بسیرا ہر وقت رہتا ہے، انڈونیشین مخصوص گرین ٹی کی گرم چسکیوں کے ساتھ بارش کی قطروں، سوکھی مٹی کی خوشبو اور جکارتہ کی خوبصورت شام نے سارے دن کی تھکاوٹ دور کر دی تھی اور یہ سارا حسین منظر دل و دماغ کی ویران وادیوں کو مہکا گیا......

تمہارے شہر کا موسم بڑا سہانا لگے
میں ایک شام چرا لوں اگر برا نہ لگے
بھیگی مٹی کی مہک پیاس بڑھا دیتی ہے
درد برسات کی بوندوں میں بسا کرتا ہے

اوپر ریسٹورنٹ کے لوہے کی چھت پر بارش کے قطروں سے پیدا ہونے والی قدرتی موسیقی کی آواز نے ایک اور سماں باندھ دیا تھا۔ مجھے بچپن سے بارش اور پانی کی آوازیں بہت زیادہ پسند ہیں، ہمیشہ گھر میں بارش کے موسم میں برآمدے میں بیٹھ کر بارش کی آواز، بادلوں کی گرج چمک کے خوبصورت منظر کو پہروں بیٹھ کر دیکھتا اور محظوظ ہوتا رہتا ہوں، فطرت کے یہ حسین مناظر، حسنِ انتظام اور آثار رحمت میری روح کے لئے ہمیشہ بالیدگی، طہارت اور خوشی کے باعث ہوتے ہیں۔

اَللّٰہُ الَّذِیۡ یُرۡسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیۡرُ سَحَابًا فَیَبۡسُطُہٗ فِی السَّمَآءِ کَیۡفَ یَشَآءُ وَیَجۡعَلُہٗ کِسَفًا فَتَرَی الۡوَدۡقَ یَخۡرُجُ مِنۡ خِلٰلِہٖ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖۤ اِذَا ہُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ (الروم:٤٨)

''وہ خدا ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ بادلوں کو حرکت میں لے آئیں پھر انہیں آسمان کی وسعت میں جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور پھر انہیں تہ در تہ کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ ان بادلوں کے بیچ میں سے بارش کے قطرے گرنے لگتے ہیں، جب خدا (اس حیات بخش بارش کو) اپنے بندوں میں جنہیں وہ چاہتا ہے، ان پر برساتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں'' (جاری ہے)

محترمہ فاطمہ بھٹو*

غزہ کی مائیں اور مغربی فیمن ازم کی حقیقت

غزہ نے مغربی فیمن ازم کی شرمناک منافقت کا پول کھول کر رکھ دیا ہے، بالی وڈ کی اداکاراؤں سے لے کر ہیلری کلنٹن تک غزہ کی ماؤں کیلئے کسی کے پاس آنسو نہیں۔

محترمہ فاطمہ بھٹو صاحبہ، ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی پوتی، کئی کتابوں کے مصنفہ، کالم نویس اور لکھاری ہیں اور سیکولر نظریات کی حامی ایک خاتون ہیں لیکن جدید مغربی نظام اور اس کے ظلم کے خلاف ایک مستقل آواز بھی ہیں، ذیل میں فاطمہ بھٹو کا ایک میڈیا ادارے Zeteo پر شائع والے مضمون Gaza Has Exposed the Shameful Hypocrisy of Western Feminism - From Hollywood actresses to Hillary Clinton, there are no tears to spare for Gaza's mothers کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے، اس مضمون میں محترمہ فاطمہ بھٹو صاحبہ کے اکثر خیالات سے اتفاق کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ تحریر اپنے موضوع اور عنوان پر نہایت جاندار ہے، اس میں انہوں نے مغربی تحریک آزادی نسواں (فیمن ازم) کی اصل حقیقت کو بے نقاب کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اہل عقل وشعور کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دے، حق کو غالب، باطل کو مغلوب فرمائے اور مظلومین کی مدونصرت فرمائے (آمین)

تقریباً ایک ماہ قبل میں نے اپنے پہلے بچے کو جنم دیا، اگرچہ اس سے قبل میں ولادت سے متعلق تمام کتب کا مطالعہ کرچکی تھی، ہر قسم کی ویڈیوز دیکھ چکی تھی اور نو ماہ میں نے اسی وقت کی تیاری کرنے میں گزارے تھے مگر اس کے باوجود عمل پیدائش کے جاں گسل مرحلے نے مجھے شکستہ حال کردیا، خود کو میسر تمام سہولتوں، ڈاکٹر، دائی (مڈوائف) انیستھیزیا، خیال رکھنے والا عملہ، ایک محفوظ ہسپتال، آرام کیلئے نرم بیڈ، مقوی غذا، گرم و آرام دہ ماحول اور میرے بچے اور میرے لئے مناسب کپڑوں کے بندوبست وغیرہ کے باوجود میں پیدائش کے عمل کی شدت اور تکلیف کے سامنے خود کو بے بس محسوس کررہی تھی اور جب بھی مجھ

---

* مصنفہ ومعروف کالم نگار

پر شدت اور تکلیف سے خوف غالب آنے لگتا تو مجھے غزہ یاد آجاتا اور یہ خیال مجھے شرمسار کر جاتا، قریباً چھ ماہ قبل غزہ پر شروع ہونے والی اسرائیلی نسل کش یلغار کے آغاز ہی سے مجھ پر غزہ کا غم طاری ہے، نوزائیدہ بچوں کے وارڈ میں ان ننھی منی جانوں کے ضائع ہونے کا غم کہ جن کو با آسانی بچایا جا سکتا تھا، جن کو ہسپتالوں پر اسرائیل کے حد سے گزرے ہوئے ظالمانہ و وحشیانہ حملوں اور اس پر مستزاد بجلی و ایندھن کی عائد کردہ بندش کے سبب اپنی زندگی کیلئے لڑنے کا موقع نہ ملا، رفاہ کے الاماراتی ہسپتال (جو کہ وہاں کا سب سے بڑا اور مرکزی زچہ بچہ کا ہسپتال ہے) کے ڈاکٹروں نے اقوام متحدہ کے پاپولیشن فنڈ کو بتایا کہ ۷/اکتوبر سے قبل ان کو انکوبیٹر یونٹ (incubator unit) میں کسی بھی وقت دس بچوں کی گنجائش موجود رہتی تھی جبکہ اب وہ ستر قبل از وقت پیدا ہونے والے بچوں کی نگہداشت کر رہے ہیں، جس کے سبب ایک بستر کئی بچوں کیلئے استعمال ہو رہا ہے، پورے وارڈ میں فقط ایک وینٹلیٹر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سانس کی تکلیف کے ساتھ پیدا ہونے والے ان پری میچور (pre-mature) بچوں میں سے کسی ایک کو اس کی جان بچانے والی نگہداشت میسر آئے گی، یہ انتہائی تکلیف دہ اور اذیت آمیز فیصلہ بھی ڈاکٹر کو کرنا ہوگا کیونکہ سب بچوں کو بچانا تو ممکن ہی نہیں

یونیسیف (UNICEF) کے ایک ترجمان، جو انگلش (Joe English) نے مجھ سے فون پر گفتگو کرتے ہوئے پچھلے ہفتے کہا کہ کسی بھی خاندان کے لئے ایک بچے کے دنیا میں آنے کا وقت خوشی اور مسرت کا وقت ہوتا ہے لیکن اس وقت غزہ میں ایک صحتمند بچے کو جنم دینے اور پھر اس کے زندہ بچ جانے کی امید رکھنا اور دعا و تمنا کرنا بھی شدید خوف و حسرت کا سبب بن چکا ہے، اس نے مزید اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ شاید اس وقت زمین پر کوئی دوسرا خطہ ایسا نہیں کہ جہاں ایک حاملہ عورت ہونا اس قدر خطرناک اور باعث یاس ہے مسٹر انگلش کے مطابق اکتوبر سے جاری اس جنگ میں مارچ ۲۰۲۴ کے اختتام تک اکتیس ہزار بچے پیدا ہو چکے تھے، غزہ کی باون ہزار حاملہ خواتین (کہ جن میں سے ایک سو تریاسی خواتین ہر روز ولادت کے عمل سے گزرتی ہیں) کے علاوہ دس لاکھ پانچ ہزار خواتین ایسی ہیں جو شیر خوار بچوں کو رضاعت کرواتی ہیں اور جو اسرائیل کے دیدہ و دانستہ پیدا کئے گئے شدید غذائی قلت کے حالات کے سبب فاقہ کشی سے نبرد آزما ہیں، اسرائیل نے غزہ میں انتہائی ضروری و بنیادی امداد کا داخلہ بھی روک رکھا ہے اور مناسب خوراک اور پینے کا پانی تک میسر نہ ہونے کے سبب یہ خواتین اپنی گودوں میں موجود ان ننھی جانوں کو دودھ پلانے تک سے قاصر ہیں، صاف پانی کی عدم دستیابی کے سبب یہ مائیں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو فارمولا ملک (formula milk) بھی گھول کر پلانے پر قادر نہیں۔

ڈاکٹرز ودائٹ بارڈرز (Doctors Without Borders) سے وابستہ تانیہ حاج حسن کا کہنا ہے کہ غزہ میں تو ماں کے رحم میں پلنے والے جنین (fotus) کو بھی سزائے موت سنا دی گئی ہے، دوران حمل ان کی مائیں جس قدر شدید فکر و پریشانی اور غم واذیت سے گزر رہی ہیں، وہ غم ان کو دنیا میں آنے سے پہلے ماں کے پیٹ میں ہی گھلا دیتا ہے، صحت ورفاہ عامہ سے متعلقہ اداروں کی رپورٹوں کے مطابق سات اکتوبر کے بعد سے فلسطینی خواتین کو حمل ضائع ہوجانے کے واقعات میں تین سو فیصد کے اضافے کا سامنا ہے اور اقوام متحدہ کے مختلف اداروں نے اعتراف کیا ہے کہ غزہ میں حاملہ خواتین کی نصف تعداد خون کی کمی کا شکار ہے، جو قبل از وقت ولادت اور بوقت پیدائش بچوں کے انتہائی کم وزن کا بڑا سبب ہے، خواتین حفاظت سے بچوں کو جنم نہیں دے سکتیں اور اگر ان کا بچہ بہ حفاظت دنیا میں آ بھی جائے تو بھی ان کے یا ان کے بچے کے زندہ بچ جانے کی کوئی ضمانت نہیں، اس کے باوجود نہ صرف یہ کہ غزہ عالمی فیمنسٹ تحریک کیلئے کسی مقیاس یا کسوٹی کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ دنیا کی بعض معروف ترین فیمنسٹ عورتیں تو اسے شاید سرے سے کوئی مسئلہ سمجھتی ہی نہیں، رات گئے نشر ہونے والے ایک ٹاک شو میں ہیلری کلنٹن نے ان ووٹرز کو استہزائی انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ انہیں چاہیے کہ اپنے اوپر قابو پائیں جو انتخابات کیلئے فقط ڈونلڈ ٹرمپ اور ایک ایسے صدر جس نے نسل کشی پر مبنی ایک مہم کی بڑی مستعدی سے حمایت کی اور اپنے تعاون سے اس میں حصہ ڈالا (یعنی جو بائیڈن) کے آپشنز کے باعث ووٹ ڈالنے کے تصور ہی سے مایوس اور غیر مطمئن ہیں، لڑاکا مزاج کلنٹن نے ووٹرز کو سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ (صدارتی انتخاب کیلئے) یہی دو آپشنز ہیں، مزید اپنی بات جاری رکھتے ہوئے صدر جو بائیڈن کی ایک مؤثر وفعال، دردمند، صاحب دل اور عوام الناس کی حقیقی پروا کرنے والے شخص کے طور پر تعریف کی، بائیڈن کے منفی پہلوؤں کے بارے میں صرف اتنا اعتراف کرنے پر اکتفا کیا کہ وہ عمر رسیدہ ہے، یہ کہنا کہ وہ عمر رسیدہ ہے، وہ خفیف ترین بات ہے جو ایک ایسے صدر کی مذمت میں کہی جاسکتی ہے جس نے انتہائی فراخ دلی سے اس امر کو یقینی بنایا ہو کہ اسرائیل کے پاس غزہ پر اپنی وحشیانہ کارپٹ بمباری جاری وساری رکھنے کے لئے دو، دو ہزار پاؤنڈ کے بموں کا ذخیرہ کم نہ ہوجائے حتیٰ کہ جب انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس بھی یہ کہہ چکا تھا کہ اسرائیل کی غزہ کے خلاف اس مہم میں نسل کشی کے مساوی ہونے کا امکان موجود ہے، اگرچہ کلنٹن کا تعلق تو جنگجو مزاج فیمسٹوں کی مخصوص نسل سے ہے، وہ نسل جو ایران کے حجاب مخالف مظاہروں کی حمایت میں تقریریں کرتی ہے مگر غزہ میں جنگ بندی کا مطالبہ کرنے یا اسرائیل سے غزہ کی عورتوں و بچوں کا بے شرمی و بہیمانہ انداز سے قتل عام کرنے پر کوئی جواب طلب کرنے سے مستقل انکاری ہے مگر ہم نے بہت سی دیگر مغربی فیمنسٹ عورتوں کو بھی فلسطینی

عورت کے حقوق کے حوالے سے گنگ پایا ہے، گویا انہیں سانپ سونگھ گیا ہو، برینی براؤن لکھاری، ادیب اور پیشہ ورمحرض (corporate motivator) نے فروری میں صرف نظر نہیں اسرائیل حماس جنگ پر میرے خیالات(Not Looking Away: Thoughts on the Israel-Hamas War) کے عنوان سے ایک انتہائی مہمل وبے معنی، منتشر الفاظ کا ایک ملغوبہ تحریر کیا، اسرائیل کی نسل کش مہم کے چار ماہ بعد ایک ایسے وقت پر جبکہ ڈاکٹر اور امدادی تنظیمیں پہلے ہی سے خطرے کی یہ گھنٹی تواتر سے بجا رہے تھے کہ ہر پانچ میں سے ایک حاملہ خاتون غذائی قلت کا شکار ہے اور اقوام متحدہ کے مطابق غزہ کے پانچ لاکھ سے زیادہ افراد کو ہلاکت خیز حالات جن میں نمایاں ترین مسائل خوراک کی قلت، فاقہ زدگی اور حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت کا نہ ہونا ہے کا سامنا تھا، براؤن نے قابل فہم زبان و بیان کا صبر آزماتے ہوئے، انتہائی بزدلانہ و حماقت آمیز افکار تحریر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس امر سے اتفاق ہے کہ لوگ اپنا دفاع کرنے کا حق رکھتے ہیں اور مجھے اس بات کا بھی یقین ہے کہ فلسطین پر موجودہ اسرائیلی قبضہ اور حماس کے حملوں کے جواب میں ہزاروں معصوم فلسطینیوں کا قتل، انسانی حقوق کی نا قابل قبول خلاف ورزی ہے باوجود کوشش کہ میں کیری بریڈشا (ایک افسانوی کردار جس کی شخصیت کے نمایاں پہلو خود پسندی اور خودغرضی جیسی منفی صفات ہیں) کی آواز و انداز کا تاثر زائل نہیں کر پا رہی جو براؤن کو گہرے تفکر کے عالم میں اپنے لیپ ٹاپ پر جھکے، کسی رٹو طوطے کی مانند حماس کا شہریوں کو انسانی ڈھال کے طور پر استعمال کرنے جیسی اسرائیلی جتنبیں دہراتے اور ساتھ ہی ساتھ اس امر پر غور کرتے کہ اس سب صورتحال میں ایران کا کتنا اور کیا کردار ہے؟ (ظاہر ہے کہ یہاں ایران کے زیر دست لوگ مراد نہیں) کے تصور کے ساتھ میرے ذہن میں آتا ہے، کلنٹن کے برعکس مس بران کو بہر حال فلسطینیوں کے انسانی حقوق کی پروا کا دعوی ہے لیکن دیگر تمام سفید فام فیمنسٹ عورتوں کی طرح بران بھی فلسطینیوں کے کرب وابتلا کا تذکرہ ان کے اپنے ہاتھوں کی بدقسمت کمائی کے سوا کسی بھی دوسری طرح کرنے سے قاصر ہے، اسرائیل نہ صرف یہ کہ ہر قسم کے الزام، دشنام اور جرم و ملامت سے بری کر دیا جاتا ہے بلکہ اسے نسلی وعصری تفریق، عورتوں کے قتل اور نومولود بچوں کے قتل جیسے جرائم سے بھی معصوم اور پاک قرار دیا جاتا ہے، ہاں !اس آخری بات میں بران کی تائید و توثیق کرنے کو گلوریہ سٹائینم جیسی فیمنسٹس اسرائیلی قبضے اور ظلم کی مکمل اور ہمہ نوع صورت کو گھٹانے کی خاطر اسے محض بنیامین نیتن یاہو کی اکیلی شخصیت تک محدود کرنے کی کوشش کرتی ہیں، گویا کہ اس منطق کے مطابق اگر اس ایک شخص کو ووٹوں سے ہرایا جا سکے تو یہ شخص اسرائیل کی تمام تر قاتلانہ وناپسندیدہ خو اپنے ساتھ لے جائے گا۔

وہ پچاس فرانسیسی اداکارائیں اور نامور شخصیات جو ایران میں حجاب کے حوالے سے نافذ قوانین

کی خلاف ورزی کرنے کی پاداش میں پولیس کی تحویل میں جاں بحق ہونے والی بائیس سالہ مہا امینی کی ہلاکت پر اس قدر متاثر ہوئی تھیں کہ وہ سب اکٹھی ہوئیں اور ایرانی عورتوں سے اظہار یکجہتی خاطر انہوں نے اپنے بال کاٹنے کی ویڈیو بنائی، غزہ کی بہنوں کی خاطر انہوں نے ایسی کوئی ویڈیو نہیں بنائی، حریت کیلئے بال جیسے نخالت آمیز ہیش ٹیگ (#) کے ساتھ کیمرے کی جانب افسردگی سے دیکھتے ہوئے جولیٹ بینوش، میرین کوٹیلارڈ اور دیگر نے اپنی زلفیں کاٹیں اور اپنی ویڈیو کو اس وحشتناک جبر کی بار بار مذمت نہ کرنا ناممکن ہے، مقتولین کی تعداد پہلے ہی درجنوں سے تجاوز کر چکی ہے، جن میں بچے بھی شامل ہیں کا عنوان (کیپشن) دیا اگر چہ بینوش جنگ بندی کی طرف دار بن کر سامنے آئی ہے مگر غزہ کی ۹۶۷۱ مقتول عورتیں اور ۱۵۳۷۰ قتل کئے گئے بچے اپنے حق میں ان نامور وقد آور شخصیات کی جانب سے بہناپے (sisterhood) یعنی بھائی چارے کے کسی عوامی مظاہرہ یا عمل کا باعث نہ بن سکے جنہوں نے حجاب کے خلاف ایرانی مظاہروں اور احتجاجوں کے دوران ویڈیوز بنائیں، ٹی شرٹس پہنیں، سوشل میڈیا پر پوسٹس کیں اور زن، زندگی، آزادی کا ایرانی نعرہ پوری قوت سے لگایا۔

غزہ نے بہت وضاحت سے ہمیں یہ بھی دکھا دیا ہے کہ بڑی سکرین پر ایک فیمنسٹ کا کردار ادا کرنا، حقیقی زندگی میں خواتین کیلیے دل میں سچی ہمدردی و خیر خواہی کے جذبات رکھنے کی کوئی ضمانت نہیں، اسرائیلی اداکارہ گیل گیڈوٹ (جو کہ ونڈر وومن کا کردار ادا کرنے سے معروف ہوئی) نے اپنے چوتھے بچے کی پیدائش کے بعد ہسپتال کے بیڈ میں اپنی تصویر کھینچ کر پوسٹ کی، جس کے ساتھ اس نے لکھا کہ اس حمل کا عرصہ آسان نہیں تھا مگر ہم نے اسے پار کر لیا، میں اسرائیل اور حزب اللہ کے مابین ہونے والی جنگ میں اسرائیلی فوج میں خدمات انجام دینے والی اور ماضی میں بھی غزہ پر اسرائیلی بمباری کی کھلے عام حمایت کرنے والی گیل گیڈوٹ کے بارے میں اگر بہت نرم کوئی بات کہی جائے تو آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ شرمناک حد تک اپنے ملک کی جانب سے غزہ کی طبی سہولیات کو تقریباً مکمل طور پر تباہ کر دینے کے حوالے سے بے نیاز ہے، اسرائیلی بمباری کے سبب غزہ کے ایک تہائی ہسپتال محدود فعالیت کر رہے ہیں جبکہ بنیادی طبی سہولیات کی دو تہائی تعداد مکمل طور پر بند ہو چکی ہے اور حقیقت کے قریب تر بات یہ ہے کہ یہ پوسٹ ایک سنگدل بلکہ ایک ایسی عورت کی ہے جس کے سینے میں شاید دل ہی نہیں، غزہ پر جاری اسرائیلی جارحیت کے سبب ہزاروں کے حساب سے حاملہ فلسطینی عورتیں سڑکوں کے کنارے اور خیموں کے اندر بچے جننے پر مجبور ہیں، وہ خواتین جن کے بچے سیزیرین سیکشن کے ذریعے دنیا میں آتے ہیں، انہیں بچے کی ولادت کے محض تین گھنٹے بعد ہی ڈاکٹر ہسپتال سے رخصت کرنے پر مجبور ہیں، جس کے سبب ان کی اور

نوزائیدہ بچوں کی زندگیاں مسلسل خطرے میں ہیں چونکہ اسرائیل نے بجلی، ایندھن، طبی وسائل، دواؤں اور پانی سب ہی پر بندش لگا رکھی ہے لہٰذا ڈاکٹروں نے ایسے واقعات بھی سنائے ہیں کہ جب وہ اپنے موبائل فونوں کی روشنی میں آپریشن کرنے پر مجبور ہوئے، انیستھیزیا کے بغیر خواتین کا سیزیرین آپریشن کیا اور نو مولود بچوں کو گرم پانی کے کنستروں کے ذریعے گرم رکھنے کی سعی کی۔

مغربی فیمنسٹوں کی یہ منافقت کوئی نئی دریافت نہیں، آزادی نسواں کا ان کا سطحی نظریہ صرف تبھی منظر عام پر آتا ہے جب خواتین کے حقوق کا مسئلہ مغربی سیاسی مفادات، جنگوں اور ان کے ایجنڈوں سے میل کھاتا ہو یعنی آپ ایک مغربی فیمنسٹ کے افغانستان یا ایران میں خواتین کے مسائل پر پریشان و ہلکان اور غیض وغضب کا شکار ہونے پر تکیہ کر سکتے ہیں مگر محمد بن سلمان کے سعودی عرب یا نریندر مودی کے بھارت میں خواتین کی حیثیت کے حوالے سے ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، جن میں سے مودی کا بھارت وہ جگہ ہے جو تھامسن رائٹرز کے ۲۰۱۸ء کے سروے کے مطابق جنسی جارحیت اور خواتین کو جبراً غلامی ومزدوری پر مجبور کرنے کے واقعات کی بلند شرح کے سبب خواتین کیلئے دنیا کا خطرناک ترین ملک ہے۔

فیمن ازم کے اس برینڈ کی والی وارث باربی ہے، پلاسٹک کی ایک گڑیا جو بڑھیا بالوں اور انتہائی متناسب فگر کی مالک ہے، جو ایک حویلی میں رہتی ہے اور ایک کنورٹیبل گاڑی میں سفر کرتی ہے، اس کو دنیا کی بھاری اکثریت پر مشتمل ان خواتین سے کوئی دلچسپی نہیں جن کے عزائم اپنا ذاتی جیٹ حاصل کرنے کی نسبت قدرے عاجزانہ اور منکسر المزاج ہیں اور جو بے حد بنیادی خوابوں کی تکمیل کی خاطر محنت اور جدو جہد کرتی ہیں یعنی زندہ رہنا اور ایک محفوظ ماحول میں کام کرنا، اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرنا، اپنے پیاروں کو صحت وسلامتی سے رکھنا اور خطرات سے بچا کر رکھنا۔

غزہ نے ہمیں دکھا دیا ہے کہ نظریہ فیمن ازم (Feminism) کی حقیقت دراصل کس قدر کھوکھلی اور بے معنی ہے، جب وہ کپڑے کے ایک ٹکڑے کے خلاف تو اپنے عالمی جنود سمیت حرکت میں آجاتا ہے مگر موبائل فونوں پر براہ راست نشر ہوتی ایک نسل کش مہم (جس کا اولین نشانہ خواتین ہیں) کے خلاف جنبش تک نہیں کرتا، غزہ میں جاری اسرائیلی جنگ میں قتل ہونے والوں میں سے ستر فیصد خواتین اور بچے ہیں، بالآخر فیمن ازم کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کا کردار نہ پدرشاہی نظام ادا کرے گا، نہ ڈونلڈ ٹرمپ یا رشی سنک یا دائیں بازو کا اقتدار میں آنے والا کوئی مرد ... جن سب کی حیثیت یکساں ہونے کے سبب وہ سب ہی آپس میں ادل بدل کئے جاسکتے ہیں بلکہ اس کا زوال لانے کا سبب اس کے اپنے سپاہی بنیں گے، وہ خواتین جو ان بدترین جرائم پر خاموش رہیں جن کا مشاہدہ ہماری نسل نے اپنے پورے عرصہ حیات میں کیا ہے۔

مفتی ذاکر حسن نعمانی *

مسنون دعاؤں کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو پیدا فرما کر اپنی حکمتِ بالغہ اور مشیت کے تحت ان میں نفع و نقصان کی خاصیت ودیعت فرما دی ہیں لیکن نفع ونقصان کی یہ خاصیتیں ہمیشہ اس کے ارادہ اور مشیت کی تابع رہیں گی۔ اللہ چاہیں گے تو ان کا اثر ظاہر ہوگا، نہ چاہیں گے تو ان کا اثر ظاہر نہ ہوگا۔ خلق اور امر اسی کو زیبا ہے الا له الخلق والأمر ایسا نہیں کہ چیزوں کو ان کی خاصیات کے ساتھ پیدا کر کے ان کو آزاد چھوڑ دیا ہے اور یہ اشیاء اپنا اپنا اثر دکھانے میں خود مختار ہیں، وہ ازل سے خلق اور اُمر کا مالک ہے، مخلوق نہیں تھی اور وہ خالق تھا۔ مامور نہیں تھا اور وہ آمر تھا، وہ خلق کی وجہ سے خالق نہیں بنا، اسی طرح مامور کی وجہ سے آمر نہیں بنا۔

خادم اور مخدوم

پوری کائنات خادم ہے اور انسان مخدوم ہے۔ پوری کائنات کو انسان کی خدمت کے لیے مسخر کر دیا ہے پوری کائنات انسان کے کام آتی ہے لیکن انسان کائنات کے کام نہیں آتا انسان نہیں تھا اور کائنات موجود تھی انسان پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اس طرح مرتے رہتے ہیں لیکن کائنات کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اگر کائنات کی کسی چیز میں کمی بیشی یا تبدیلی آجائے تو انسان کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے مثلاً ہوا تیز ہو جائے، بارش نہ برسے یا زیادہ برسے، غلے نہ اگیں، پانی زمین کی تہہ میں چلا جائے، زلزلہ آجائے، سیلاب آجائے تو انسان کو کافی پریشانی اور نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔

انسانی ارادہ اور اختیار

انسان کو ارادہ اور اختیار کی قوت عطا فرمائی ہے دوسری طرف ہر چیز کا معلوم اور متعین اثر ہے جس کی وجہ سے بعض لوگ اتنے بے لگام بن جاتے ہیں کہ ان کا خیال ہوتا ہے کہ ہم جو چاہیں جب چاہیں وہی ہوگا لیکن اللہ فرماتے ہیں ہوگا وہی جو میں چاہوں گا وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

---

* استاد شعبہ تخصصات جامعہ حقانیہ

ارشاد ہے وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ’’(یعنی تاثیر حقیقی کے مرتبہ میں) آپ نے خاک کی مٹھی (ان کی طرف) نہیں پھینکی لیکن (ہاں اس مرتبہ میں) اللہ تعالی نے (واقعی) وہ پھینکی۔‘‘

انسان چونکہ ارادہ اور اختیار کا مالک ہے اس لیے اس کو اللہ نے مکلّف بنایا ہے انسان اچھے یا برے کام کا ارادہ کر کے جب ارتکاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر بطور خلق نتیجہ مرتب فرماتے ہیں جس کی وجہ سے جزا یا سزا کا مستحق بن جاتا ہے۔

دعا مانگنا

تمام مسنون دعاؤں میں ذکر، دعا اور احتیاج ہے، ان دعاؤں کی برکت سے دنیا وآخرت کی بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں، اور آخرت کی ناکامیوں اور برے انجام سے بچنا ہوتا ہے، دنیا وآخرت کی بھلائیوں کے حصول کے لیے جس طرح مقررہ ضروری اعمال یا نفلی اعمال ہیں اسی طرح اس کے لیے یہ مسنون دعائیں بھی مقرر کی گئی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر مکان، ہر زمان اور ہر حال میں یاد رکھنا چاہیے اس لیے کہ بندہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ الحاصل! اصل بندگی اور بندہ وہی ہے جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق عبادت، دعا اور ذکر کے ذریعے قائم رکھے، ان تینوں کے اہتمام سے زندگی کے دیگر احوال معاشرت اور معاملات وغیرہ میں بھی اسلام پر استقامت نصیب ہوتی ہے۔

اوامر اور نواہی کے مکلّف ہونے کے ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دعا اور ذکر کا حکم دیا ہے، کہ مجھ سے دنیاوی اور اخروی حاجات کے لیے دعائیں مانگی جائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان ہر مکان، ہر زمان میں ہر لحاظ سے اپنے دنیوی اور اخروی مسائل حل کرنے میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے، اور یہ مسائل اللہ تعالیٰ ہی حل فرمائیں گے، تو گویا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد بھی ہے اور اس کی طرف احتیاج بھی۔ انسان کسی کام کے مادی اور روحانی اسباب اختیار کر کے بھی دعا کی صورت میں اس کی ذات پر اعتماد کرے گا۔

مسنون دعائیں

ان مسنون دعاؤں کے بارے میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحبؒ فرماتے ہیں:
’’لیکن جو دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے اوقات خاص کر کھانے، پینے، سونے، جاگنے اور دوسرے بشری وحیوانی تقاضوں والے اعمال واشغال کے اوقات کے لیے تعلیم فرمائی ہیں،

جن کے ذریعہ یہ اعمال واشغال بھی سراسر روحانی ونورانی اوراللہ کی تقریب کاوسیلہ بن جاتے ہیں اوررسول اللہؐ کی ہدایت وتعلیم کا خاص الخاص معجزہ ہیں (معارف الحدیث: کتاب الاذکار والدعوات)

تمام مسنون دعائیں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہیں اس لئے ہر دعا ذکر بھی ہیں جس کی وجہ سے ذکر کے فوائد بھی ان دعاؤں پر مرتب ہوتے ہیں۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے جودعائیں عمومی طور پر مانگی ہیں یا کسی خاص زمان ، خاص مکان اورخاص مواقع میں مانگی ہیں وہ مسنون دعائیں کہلاتی ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان مسنون دعاؤں کے علاوہ دعائیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارکہ کے علاوہ دوسرے الفاظ یادوسری زبانوں میں دعائیں نہ مانگی جائیں بلکہ ہرشخص دعائیں مانگنے میں آزاد ہے، بشرطیکہ دعاؤں کی شرائط موجود ہوں۔حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ میں برکت اوراثر ضرور پایا جاتا ہے البتہ زمان ، مکان اورخاص مواقع کے اعتبار سے آپ نے جودعائیں پڑھیں ہیں وہی مسنون دعائیں یادکرکے پڑھنی چاہیے۔مختلف مواقع کی مختلف دعاؤں پرغور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی وقت ، کسی جگہ اورکسی بھی حالت میں نہیں بھولنا چاہیے، یہاں تک کہ جماع تو دنیا ومافیہا سے انتہائی غفلت کا وقت ہے اس وقت کے لیے بھی خاص دعائیں ہیں۔اندازہ لگائیں اسلام انسان کو نفس اورشیطان سے کتنا محفوظ ،مضبوط کرنا اوردیکھنا چاہتا ہے۔

دعا کی تین حکمتیں

حضرت امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ دعا کے تین فائدے ہیں:

(۱) دعانسبت حضوری ،نسبت یاداشت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، یہ کیفیت بکثرت دعا مانگنے سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲) دعامانگتے رہنے سے کامل تابعداری اورہرحال میں پروردگار کے سامنے حاجت مندی نگاہوں کے سامنے رہتی ہے۔

(۳) دعااللہ تعالیٰ کی طرف طلب وتڑپ کے ساتھ متوجہ ہونے کی ایک محسوس صورت وشکل ہے اورطلب ہی رحمت کا دروازہ کھولتی ہے۔(رحمۃ اللہ الواسعۃ :۱/۷۷۰)

مثال: بھکاری کے الفاظ ،شکل وصورت اورہیئت کوغور سے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ واقعی محتاج بن کر کچھ مانگ رہا ہے۔

دعا کی حقیقت انسان کے قلب اوراس کی روح کی طلب وتڑپ ہے ، جس کی ظاہری

صورت الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف ، عاجزی کے الفاظ ، دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا، پورے بدن کو ادب وعاجزی کی شکل وصورت دینا اور منہ پر ہاتھ پھیرنا۔ جیسے بلی مسکین صورت بنائے ہوئے کھانے والے کے قریب بیٹھ کر امید بھری نگاہوں سے تکتی ہے، تو خود بخود آدمی کے دل میں داعیہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اس کو ٹکڑا ڈالے ۔اسی طرح جب ان دعاؤں کے الفاظ کے ساتھ نفس بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور دل میں طلب وتڑپ ہو تو مقصود ضرور حاصل ہوتا ہے پھر دعا میں آنسو نکلیں یا نہ نکلیں کیونکہ دعا کی اصل حقیقت پائی گئی۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ بعض دعاؤں میں توکل کی تعلیم ہے، توکل کا معنی ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا، اوراس کی روح ہے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ تام۔اس اعتقاد سے سب کچھ کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ بندہ خود کچھ بھی نہیں کرسکتا ، انسان کے تمام معاملات پر مکمل غلبہ انہی کو حاصل ہے، انہی کی تدبیر کارگر ہے، باقی تمام تدابیر مقہور اور مغلوب ہیں، وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ '' اوراللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں پر غالب ہیں اور وہ بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں۔''

فائدہ

توکل کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہری اسباب اختیار نہ کرے ، صحیح توکل یہ ہے اسباب اختیار کرنے کے بعد اعتماد اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرے۔کام کا انجام اللہ پر چھوڑ دے، اور غیب سے جو کچھ ظاہر ہو اس پر مطمئن رہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک بدوی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اونٹ کی ٹانگ ملا کر رسی سے باندھ کر توکل کروں یا یونہی کھلا چھوڑ دوں اور اللہ تعالیٰ پر توکل وبھروسہ کروں ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''اعقلھا و توکل'' ٹانگ باندھ کر اللہ پر بھروسہ کرو۔

اذکار کی توقیت،ضرورت اور طریقہ

مسنون دعاؤں اوراذکار کی تعین ضروری ہے، بقول امام شاہ ولی اللہؒ گو وہ تعین احکام کی تعین سے فیاضانہ ہو یعنی درجہ استحباب میں ہو کیونکہ اوقات کی تعین نہیں کی جائے گی تو کاہلی اور سستی بڑھے گی۔ان اذکار اور مسنون دعاؤں کی توقیت میں درج ذیل امور کا لحاظ رکھا گیا ہے:

اوقات کا بیان

تین اوقات میں اذکار تجویز کیے گئے ہیں:

(۱) ......اول جب کہ عنایات ربانی اورروحانیت پھیلتی ہے ، بعض اوقات سال میں ایک بار آتے ہیں جیسے عرفہ کے دن ، ایام عید ، عاشوراء، شب عیداور شب قدر وغیرہ کی روحانیت سال میں ایک مرتبہ پھیلتی ہے۔

(۲) ......بعض بابرکت گھڑیاں ہفتہ میں آتی ہیں ، جیسے ہفتہ میں ایک خفیف ساعت (تھوڑاوقت) ہے جس میں دعاؤں اورعبادت کی قبولیت کی امید ہوتی ہے اورآخرت میں اللہ تعالیٰ اس گھڑی میں تجلی فرمائیں گے اور بندوں سے نزدیک ہوں گے، یہ گھڑی جمعہ کے دن میں آتی ہے، متفق علیہ روایت ہے ، کہ جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اگر اتفاقاً کوئی مسلمان بندہ اس ساعت میں کوئی خیر کی چیز مانگ لے تو وہ اس کوضروردی جاتی ہے۔

(۳) ......بعض اوقات روزانہ روحانیت پھیلتی ہے اور یہ روحانیت دوسری روحانیتوں سے کمزور ہوتی ہے اور جوحضرات ملأ اعلیٰ سے علم حاصل کرتے ہیں یعنی انبیائے کرامؑ کے اذواق اس پرمتفق ہیں کہ وہ گھڑیاں چار ہیں:

پہلی ساعت

سورج نکلنے اورسورج ڈوبنے سے کچھ پہلے روحانیت پھیلتی ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا کی تفسیر میں فرمایا: فجر کی نماز میں رات کے فرشتے اوردن کے فرشتے حاضرہوتے ہیں اور ملائکہ کی حاضری رحمت کی علامت ہے ، چنانچہ طلوع شمس سے قبل فجر کی نماز اور غروب سے پہلے عصر کی نماز رکھی گئی ہے۔

دوسری ساعت

زوال کے وقت یعنی جب سورج سر پرآکر ڈھل جائے ، اس وقت بھی روحانیت پھیلتی ہے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے اورفرماتے تھے کہ یہ ایک ایسی گھڑی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں یعنی روحانیت پھیلتی ہے اور میں پسند کرتا ہوں کہ اس وقت میں میرا کوئی نیک عمل چڑھے۔

تیسری ساعت

غروب کے بعد یعنی غروب سے پہلے جوروحانیت پھیلتی ہے وہ غروب کے بعد تک باقی رہتی ہے، اس لیے اس وقت میں مغرب کی نماز رکھی گئی مگر درمیان میں مصلحت سے بوقت غروب نمازممنوع

ہوتی ہے اور مغرب میں تعجیل اس لیے مطلوب ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے وہ روحانیت مضمحل (کمزور) ہوتی چلی جاتی ہے، ٹھیک یہی صورتحال صبح میں ہے کہ طلوع سے پہلے روحانیت پھیلتی ہے اوراس کا اثر بعد تک باقی رہتا ہے مگر درمیان میں عین طلوع کے وقت نماز اس مصلحت سے ممنوع ہوتی ہے جس مصلحت سے بوقت غروب عصر کی نماز ممنوع ہوئی ہے۔

چوتھی ساعت

آدھی رات سے سحر تک بھی نہایت قوی روحانیت پھیلتی ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''بے شک رات میں یقیناً ایک ایسی ساعت ہے جس میں اگرکسی مسلمان شخص کی موافقت پیدا ہوجائے تووہ اس میں دنیاوآخرت کی بھلائی مانگ لے تووہ ضروراس کودی جاتی ہے اوروہ گھڑی ہر رات آتی ہے۔''

غرض مختلف اوقات وغیرہ میں روحانیت، برکت اوراللہ تعالیٰ کی عنایات ہوتی ہیں، چنانچہ صبح وشام کی دعائیں مقرر فرمائی گئی ہیں تاکہ ان اوقات میں عنایات ربانی سے برکات حاصل کی جائیں۔

☆ ......دوم: جب دل پراگندہ نہیں ہوتا جیسے نیند سے بیدار ہونے کا وقت، چنانچہ اس وقت کی بھی مسنون دعائیں ہیں۔

☆ ......سوم: جبکہ معاشی امور اوردنیاوی باتوں سے فراغت ہوجائے جیسے سونے کا وقت، اس وقت ذکر آلہ صیقل (رنگ مال) کا کام کرتا ہے، چنانچہ سونے کے اذکار اوردعائیں ہیں، دنیاوی امورنمٹانے سے دل ودماغ پر جو میلے اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ ان دعاؤں اوراذکار سے دُھل جاتے ہیں، گویا آدمی کا اندر اور باطن صاف کر کے سوجاتا ہے۔

اسباب کا بیان

جب کوئی ایسا سبب پایاجائے جواللہ کی یاد بھلانے والا ہواوردل کااللہ تعالیٰ کی طرف التفات نہ رہے، جیسے بازارجانا غفلت اوراللہ تعالیٰ کی طرف بے التفاتی کا باعث ہے، اس وقت اذکاراوردعائیں اس لیے مقرر کی ہیں کہ غفلت اور بے التفاتی کے لیے تریاق بن جائیں، اورخلل کا سدباب ہوجائے۔

☆ ...... چہارم: کہ جس حالت میں نفس اللہ کے خوف سے آشنا اوردل اللہ کی سلطنت

کی عظمت کا چوکنا ہوتا ہے جیسے سخت آندھی چلتی ہے یا دن میں تاریکی چھا جاتی ہے یا چاند یا سورج گہن کے وقت تو آدمی کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبرائی کا احساس ہوتا ہے وہ حالت باعث خیر ہوتی ہے خواہ اس کا شعور ہو یا نہ ہو، ایسے وقت میں بھی نماز اور دعا و ذکر مقرر ہے۔

☆ ......پنجم: جب کوئی ایسی حالت پیش آئے جس میں ضرر کا اندیشہ ہو اس وقت بھی اذکار رکھے گئے ہیں تاکہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کیا جائے اور ضرر سے پناہ لی جائے جیسے سوار ہونا یا سفر کرنا، اس وقت بھی ذکر اور مسنون دعا مقرر ہے۔

☆ ......ششم: جب کوئی ایسی حالت پیش آئے جس میں اہل جاہلیت جھاڑ پھونک کراتے تھے جس کے پیچھے مشرکانہ عقائد کارفرما تھے، یا بدشگونی لیتے تھے، یا جنات سے پناہ لیتے تھے، ایسی حالت کے لیے بھی اذکار مقرر ہیں۔

☆ ......ہفتم: چاند نظر آنے پر بھی دعا تجویز کی گئی ہے، مہینے گزرنے سے زمانہ گزشتہ کا اندازہ لگتا ہے، نیا چاند یاد دلاتا ہے کہ ایک اور مہینہ امن وسلامتی اور ایمان و اسلام کے ساتھ گزر گیا، اگلا مہینہ مسنون دعائیں مانگ کر گزارو۔

ان مسنون دعاؤں اور اذکار کے فوائد وفضائل

☆ ......پہلی بات: جس ذکر سے نفس سنورتا ہے اس ذکر پر وہ فائدہ مرتب فرمایا ہے جو نفس کے سنورنے پر مرتب ہوتا ہے۔ مثلاً کسی ذکر کے بارے میں فرمایا: ''جو یہ ذکر کرے پھر موت آجائے تو وہ دین اسلام پر مرا' یا یہ فرمایا وہ جنت میں گیا یا فرمایا کہ اس کی بخشش کر دی گئی۔

☆ ......دوسری بات: کسی ذکر کی یہ فضیلت بیان کی کہ ذکر کرنے والے کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی یا وہ ہر برائی سے محفوظ رکھا جائے گا اور یہ بات اس طرح حاصل ہوگی کہ رحمت الٰہی اس کے شامل حال ہوگی اور ملائکہ کی دعائیں اس کا احاطہ کر لیں گی اس لیے ضرر نہیں پہنچے گا اور ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔

☆ ......تیسری بات: کسی ذکر کی فضیلت میں گناہوں کا مٹانا اور نیکیوں کا لکھنا بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور یہ رحمت کے پردے میں لپٹ جانا گناہوں

کو مٹاتا ہے اور ملکیت کو ابھارتا ہے۔

☆ ......چوتھی بات: کسی ذکر کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ ذکر کرنے والا شیطان سے دور ہوجاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ہوگیا، اور رحمت الٰہی نے اس کو اپنی آغوش میں لے لیا تو شیطان اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔

دعاؤں کی حکمت اور فلسفہ

ہر دعا میں اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے ۔معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے ہی دعا مانگی جائے ، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام کا بھی ذکر ملتا ہے ،اللہ تعالیٰ کو اپنے بابرکت نام بے حد پسند ہیں یہ نام بارگاہ بے نہایت کی ترجمانی کرتے ہیں ، عالم قدس میں ان کو قبولیت کا خاص مقام حاصل ہے ، اللہ تعالیٰ کو ان مقدس ناموں سے پکارنا چاہیے اس لیے اس کے نام کے کمالات کے عنوان میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے حوالے سے بھی دعائیں مانگنی چاہیے اس لیے کہ ہر اعلیٰ اور کامل صفت کے کچھ خواص ہیں جن کے ساتھ ہماری حاجات وابستہ ہیں جیسے اولاد جب باپ کو ابو، ماں کو امی ، استاذ کو حضرت کہہ کر پکارتے ہیں تو ان الفاظ سے مخاطب جلد خوش ہوکر بات سنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہماری حاجات کا موازنہ کیا جائے تو ہر زمان ، ہر مکان اور ہر موقع کے عمل کی دعا کے الفاظ میں زبردست اور بہترین مناسبت اور حکمتیں نظر آئیں گی۔ ایسی حکمت بھری مناسب دعائیں ہم خود مقرر نہیں کرسکتے تھے،اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہماری دنیا وآخرت کی بھلائی کے لیے ایسی دعائیں مقرر فرمادیں جن کا ہم تصور بھی نہیں کرسکتے ۔

ان مسنون ،معلوم اور مقرر دعاؤں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اصل اور بنیادی دنیاوی اور اخروی حاجات اور بھلائیاں کون کون سی ہیں ، اور وہ کون سا شر ہے جس سے دونوں جہاں میں بچنا چاہیے، گویا ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے مانگنے کے لیے الفاظ اور طریقہ بھی بتلادیا ہے جس طرح ایک مربی استاذ شاگرد کو بتلاتا ہے کہ مجھے عرض معروض کرنا ہو تو ان الفاظ سے ابتدا کرو۔ جناب عالی! جناب والا! صاحب السمو! عربی میں، ہندی میں شری،اردو میں جناب، فارسی میں آغا اور انگریزی میں Sir وغیرہ۔

امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ماثور دعائیں دو قسم کی ہیں :

(۱) ......وہ دعائیں جن سے مقصود قوی فکریہ (دل ودماغ) کو اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت کے تصور سے لبریز کرنا یا نفس میں فروتنی ، عاجزی اور نیاز مندی پیدا کرنا کیونکہ باطنی حالت کا زبان سے اظہار ، نفس کو اس حالت سے خوب آگاہ کرنا ،اور یہ اظہار نفس کو اس حالت کی طرف متوجہ کرنا ہے جیسے اطاعت شعار بیٹے سے کوئی غلطی ہوجائے تو وہ اپنی غلطی پر پشیمان ہواور باپ سے معافی مانگے اورعرض کرے ابا جان! واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے میں خطا کار ہوں، اپنی غلطی پر نادم ہوں،آپ معاف فرمادیں تو اس اعتراف سے غلطی کا خوب اظہار ہوگا اوروہ کوتاہی نگاہوں کے سامنے تصویر بن کر سامنے آجائے گی ۔

(۲) ......وہ دعائیں ہیں جن کے ذریعے دنیا وآخرت کی بھلائیاں طلب کی جاتی ہیں اوردونوں جہاں کے شر سے پناہ طلب کی جاتی ہے، (رحمۃ اللہ الواسعۃ:۳۱۹/۴)

چنانچہ تمام مسنون دعاؤں کے الفاظ سے یہ دوسری قسم بالکل عیاں ہے، ہرانسان یہ چاہتا ہے کہ دونوں جہانوں کی بھلائیاں مل جائیں ، اوردونوں جہانوں کے شر سے محفوظ ہوجاؤں، جس طرح اس کے لیے نیک اعمال کی ضرورت ہے ، جوشریعت میں مقرر ہیں اسی طرح دونوں جہاں کی بھلائیوں کے حصول اوران کے شر سے محفوظ ہونے لیے مسنون مقرر دعائیں بھی ہیں۔

اذکاراوردعاؤں کا حاصل

جو بندہ مسنون دعاؤں اوراذکار کا خود کو پابند بناتا ہے اورمختلف اوقات اوراحوال میں اذکار کی پابندی کرتا ہے اوران کے معانی میں غور وفکر کرتا ہے وہ ذاکر وشاغل سمجھا جائے گا، اورسورۃ احزاب آیت نمبر ۳۵ میں جن بکثرت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے مردوں اورعورتوں کا تذکرہ آیا ہے ان میں شامل ہوں گے، جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اوراجرعظیم تیار کررکھا ہے ۔الٰہی ہمیں بھی اپنے مقبول ذاکر وشاغل بندوں اور بندیوں میں شامل فرما۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

0333-9167789 - 0315-9898998

ڈاکٹر مبشر حسین رحمانی *

کرپٹو کرنسی سُود کی شکل کیسے ہے؟

بیشتر اہلِ علم اور برصغیر پاک و ہند بشمول دیگر اسلامی ممالک کے جیّد مفتیانِ کرام اور مستند دارالافتاؤں کا کرپٹو کرنسی کے بارے میں بہت ہی واضح موقف ہے اور جمہور علمائے کرام کرپٹو کرنسی کو ناجائز بتلاتے ہیں۔ان مدارس اور مستند دارالافتاؤں میں اُم المدارس دارالعلوم دیوبند انڈیا، دارالعلوم وقف دیوبند انڈیا، جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی، جامعہ دارالعلوم کراچی، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ خلفائے راشدین ماری پور کراچی، جامعہ دارالعلوم رحمانیہ کراچی، جامعہ مدینہ جدید رائیونڈ، جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ، دارالافتاء و تحقیق مسجد ابو بکر صدیق ڈیفنس کراچی، دارالافتاء ربانیہ کوئٹہ، جامعہ اشرف المدارس کراچی وغیرہ سرفہرست ہیں۔ ان میں سے کئی فتویٰ میں کرپٹو کرنسی کو ناجائز بتلانے کی وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''کرپٹو کرنسی سود کی شکل ہے'' چونکہ کرپٹو کرنسی کے حامی حضرات نے بڑے شدّ و مَد سے یہ بات پھیلائی ہے کہ کرپٹو کرنسی میں سرمایہ کاری کرنا ایک کاروبار کی طرح ہے لہٰذا عام قارئین اور نوجوانوں کے ذہن میں بات آتی ہے کہ کیسے کرپٹو کرنسی سود کی شکل ہے؟ اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے ہم سود کی ممانعت اور بنیادی تعریف کی یاددہانی کر لیتے ہیں۔

> سود (رِبا) اسلام میں قطعی طور پر حرام ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

> ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مؤمن ہو تو سود کا جو حصہ بھی (کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ

---

* لیکچرر منسٹر ٹیکنالوجی یونیورسٹی آئرلینڈ

اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو اور اگر تم (سود سے) توبہ کرو تو تمہارا اصل سرمایہ تمارا حق ہے، نہ تم کسی پر ظلم کرو، نہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' (سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۸-۲۷۹، آسان ترجمہ قرآن از حضرت مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ)

نیز احادیثِ مبارکہ میں سودخوری اور اس میں کسی قسم کی معاونت کرنے والے کو بھی ایک بڑا مجرم بتایا گیا ہے:

''حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے، اور سودی تحریر یا حساب لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ وہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں'' (مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مسئلہ سُود، ص ۷۰، مکتبہ معارف القرآن کراچی)۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود میں ستر گناہ ہیں، سب سے ہلکا گناہ ایسے ہے، جیسے مرد اپنی ماں سے زنا کرے۔'' (مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مسئلہ سُود، صفحہ ۴۷، مکتبہ معارف القرآن کراچی)۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ رِبا کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''رِبا'' کے معنی لغت کے اعتبار سے زیاتی، بڑھوتری، بلندی کے آتے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں ایسی زیاتی کو ''رِبا'' کہتے ہیں جو بغیر کسی مالی معاوضہ کے حاصل کی جائے،اس میں وہ زیاتی بھی داخل ہے جو روپیہ کو ادھار دینے پر حاصل کی جائے، کیونکہ مال کے معاوضے میں تو رأس المال پورا مل جاتا ہے، جو زیاتی بنام ''سود'' یا ''انٹرسٹ'' لی جاتی ہے وہ بے معاوضہ ہے اور بیع وشراء کی وہ صورتیں بھی اس میں داخل ہیں جن میں کوئی زیاتی بلا معاوضہ حاصل کی جائے (مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مسئلہ سُود، ص ۷۱، مکتبہ معارف القرآن کراچی)

قارئین اب اس سوال کو سمجھنے کی طرف آتے ہیں کہ کیوں حضرات مفتیانِ کرام کرپٹو کرنسی کو سود کی شکل کہتے ہیں؟ دیکھئے، روایتی بینک منافع کے نام پر جو کچھ دیتے ہیں شرعاً وہ سود کے حکم میں ہے اور سود لینا، دینا دونوں ناجائز اور حرام ہے۔ کرپٹو کرنسی کے تناظر میں بھی تو یہی کچھ ہورہا ہے۔

کوئی شخص اولاً پاکستانی روپے، امریکی ڈالر یا یورو کے عوض کرپٹو کرنسی خریدتا ہے، پھر کچھ عرصے بعد جب کرپٹو کرنسی کی قیمت بڑھ جاتی ہے تو اس کو بیچ کر زیادہ پیسے حاصل کر لیتا ہے، بس یہی تو سود ہے۔اس کو مثال سے سمجھتے ہیں۔

زید ایک کرپٹو کرنسی والٹ انسٹال کرتا ہے اور پھر ایک لاکھ پاکستانی روپے کے عوض کرپٹو کرنسی خرید لیتا ہے، اب چونکہ کرپٹو کرنسی کوئی مال، کوئی قرض، کوئی خدمت، کوئی حق، اور کوئی اثاثہ نہیں ہے جو بیچا جا رہا ہے لہٰذا کھاتے میں زید کے نام کے آگے کرپٹو کرنسی کے فرضی نمبروں کا اندراج ہوگیا، اب مارکیٹ میں لوگوں نے مصنوعی طور پر کرپٹو کرنسی کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کیا، سٹے بازی کی، جس کی وجہ سے کرپٹو کرنسی کی قیمت میں مصنوعی اضافہ ہوگیا پھر زید نے اس کرپٹو کرنسی کو کرپٹو کرنسی ایکسچینج کے ذریعے! تبادلہ کروالیا اور اب اسے کرپٹو کرنسی کی قیمت بڑھنے کی وجہ سے دو لاکھ پاکستانی روپے واپس مل گئے یعنی ایک لاکھ سرمایہ کاری کرنے پر کچھ عرصے بعد دو لاکھ پاکستانی روپے مل گئے، یعنی ایک لاکھ پاکستانی روپے کا اضافہ ہوا اور اس طرح ''کرپٹو کرنسی سود کی شکل'' قرار پائی۔

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ کرپٹو کرنسی کھاتے میں محض فرضی نمبروں کا اندراج ہے۔ کرپٹو کرنسی کی سِکّوں یا بینک نوٹوں کی طرح کوئی حِسّی نمائندگی نہیں ہوتی ہے، نیز بٹ کوائن ڈیجیٹل طور پر موجود نہیں ہوتے، دیکھئے شرعی طور پر خرید وفروخت کیلئے ''مبیع'' یعنی بیچی جانے والی چیز وجود میں آچکنا ضروری ہے، یہاں کرپٹو کرنسی میں سرے سے کوئی مبیع موجود ہی نہیں یعنی ایک ''بلیک باکس'' ہے، آپ اس میں پیسے ڈالتے ہیں اور پھر زیادہ حاصل کر لیتے ہیں اور کرپٹو کرنسی کے تناظر میں بالکل ایسا ہی ہو رہا ہے یعنی کوئی مال، کوئی قرض، کوئی خدمت، کوئی حق، اور کوئی اثاثہ نہیں ہے جو بیچا جا رہا ہے، نتیجتاً، ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے کرپٹو کرنسی میں ''مبیع'' سمجھا جا سکے اور یہ وہی بات ہے جو کہ بٹ کوائن کرپٹو کرنسی کے مُوجِد ساتوشی ناکاموٹو میں بٹ کوائن کے وائٹ پیپر میں درج کی ہے۔

کوئی یہ اشکال کرسکتا ہے کہ فاریکس ٹریڈنگ (حقیقی کرنسی کی آن لائن تجارت) میں بھی تو ہم کرنسیوں کی خرید وفروخت سے نفع کماتے ہیں پھر کرپٹو کرنسی ٹریڈنگ اور فاریکس ٹریڈنگ میں کیا فرق ہے؟ دیکھئے فاریکس ٹریڈنگ سے متعلق اُم المدارس دارالعلوم دیوبند انڈیا کا یہ فتویٰ ہے:

> مروجہ فاریکس ٹریڈنگ (کرنسی کی آن لائن تجارت) اور کمیوڈیٹی ٹریڈنگ (سونا چاندی اور دیگر اشیاء واجناس کی آن لائن تجارت) مختلف وجوہات مثلاً: مبیع قبل القبض اور بعض صورتوں میں مبیع معدوم ہونے کی بناء پر ناجائز ہے۔ (تجویز فقہی

سیمینار، ادارۃ المباحث الفقہیہ، منعقدہ: ۱۰/۱۲/ جمادی الاولی ۱۴۳۸ھ) لہٰذا اس طریقے سے حاصل شدہ آمدنی ناجائز ہے (فتویٰ دارالعلوم دیوبند ویب سائٹ (1438/7/H=674

جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی فاریکس ٹریڈنگ سے متعلق یہ فتویٰ ہے:
''فاریکس ٹریڈنگ'' کے اس وقت جتنے طریقے رائج ہیں وہ شرعی اصولوں کی مکمل رعایت نہ ہونے اور شرعی سقم کی موجودگی کی وجہ سے ناجائز ہیں''۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ فاریکس بازاروں کے اکثر طریقوں میں محظورات شرعیہ موجود ہیں، ان وجوہ کی بنا پر فوریکس بازار سے شرعاً معاملہ کرنا درست نہیں ہے (اسلام کا نظامِ خرید وفروخت، ترجمہ فقہ البیوع، ج دوم، ص ۱۸۱-۱۸۳، دارالاشاعت، کراچی)۔

جب ہم کرپٹو کرنسی کی ماہیت وحقیقت پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کرپٹو کرنسی کی تجارت فاریکس ٹریڈنگ سے بھی بدتر ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فاریکس ٹریڈنگ میں حقیقی کاغذی کرنسی کی نوٹ جیسے ڈالر، یورو وغیرہ جو کہ کسی درجے میں موجود ہوتے ہیں، ان کی بیع قبل القبض و دیگر محظورات شرعیہ ہونے کی وجہ سے مفتیانِ کرام ناجائز قرار دے رہے ہیں اور یہی حال کموڈتی ٹریڈنگ کا بھی ہے جبکہ اس کے برعکس، کرپٹو کرنسی میں تو کچھ موجود ہی نہیں یعنی کرپٹو کرنسی حسّی طور موجود نہیں، نہ ہی کرپٹو کرنسی کے ذریعے سکّوں یا بینک نوٹوں کی طرح کوئی حِسّی نمائندگی ہوتی ہے، نہ کرپٹو کرنسی میں مبیع موجود ہے اور نہ ہی ڈیجیٹل طور پر کرپٹو کرنسی کا کوئی وجود ہے لہٰذا کرپٹو کرنسی بَدَرجَ اَتَم شریعت کے قوانین کی خلاف ورزی کررہی ہے اور مفتیانِ کرام کے مطابق سود اور جوئے کی شکل ہے۔

دیکھئے! بنیادی بات یہ ہے کہ پیسے کی سامان کی طرح تجارت نہیں کرنی چاہیے۔حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، سود پر تاریخی فیصلہ، صفحہ ۹۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''ایک غلط تصوُّر جس پر تمام سودی نظریات کی بنیاد ہے، وہ یہ کہ نقدی کو سامان (جنس) کا درجہ دے دیا گیا ہے''۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب امام غزالیؒ کا زر سے متعلق تجزیہ نقل کرتے ہیں کہ:

''جس شخص نے زر ہی کو خریدنا بیچنا شروع کر دیا تو اس نے اس کی تخلیق کی حکمت کے بالکل برخلاف اسے بذات خود مقصود اور مالِ تجارت بنا لیا۔اگر زر کی خرید

وفروخت اور اس کی براہ راست تجارت کی اجازت دے دی جائے تو دراصل مقصد ٹھہرے گا اور اسی قسم کی بندش کا شکار ہوجائے گا جیسے زر کی ذخیرہ اندوزی سے پیدا ہوسکتی ہے۔'' (مولانا مفتی محمد تقی عثانی مدظلہ، فقہی مقالات، ج ۵، ص ۳۵، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی)۔

مزید تحریر فرماتے ہیں کہ:

''سود کے حرام ہونے کی ایک فلسفیانہ وجہ یہ بھی ہے، اس لئے کہ سود، چاہے وہ استعمالی قرضوں پر لیا دیا جائے، یا تجارتی قرضوں پر، اُس کے معاملات درحقیقت زر کی تجارت ہی کی ایک شکل ہے۔اس میں کسی حقیقی جنس کی خرید و فروخت نہیں ہوتی، سود محض زر کو قرض پر دینے کے عوض وصول کیا جاتا ہے، جس کی ممانعت پوری شدت کے ساتھ اکثر آسمانی کتابوں میں بالعموم آئی ہے اور قرآن کریم میں بالخصوص۔''(مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ، فقہی مقالات، ج ۵، ص ۳۷، میمن اسلامک پبلشرز، کراچی)

آخر میں ہم اُن چند کرپٹو کرنسی کے حامی صاحبانِ علم جو کرپٹو کرنسی کے جواز کے قائل ہیں اور کرپٹو کرنسی کی نشر واشاعت اور جواز کی پُر زور تحریک چلا رہے، ان کی خدمت میں دَسْت بَسْتَہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ جمہور علمائے کرام، جیّد مفتیانِ کرام اور مستند دارالافتاؤں کے واضح موقف کی موجودگی میں کرپٹو کرنسی کی حمایت نہ کریں کیونکہ اُن کو ناقص سائنسی معلومات فراہم کی گئی ہیں لہٰذا وہ کرپٹو کرنسی سے متعلق اپنی جواز کی رائے سے رجوع کریں اور عوام الناس میں بڑے واضح انداز میں کرپٹو کرنسی کو ناجائز قرار دے کر بارگاہ الٰہی میں کامیاب ہوں۔

نوٹ: راقم نے یہ ساری باتیں علمائے کرام سے رہنمائی لے کر، ان کی تحریرات کو پڑھ کر اور علمائے کرام کے فتویٰ دیکھ کر لکھی ہیں، اور حوالہ جات بھی فراہم کردیئے ہیں، اس کے باوجود بھی اہلِ علم مناسب سمجھیں اور اگر کسی اہلِ علم کو ان باتوں میں کوئی اشکال ہو تو مُدَلَّل طریقے سے میری رہنمائی کردیجئے، حوالہ دے دیں تو میں اپنی غلطی کی اصلاح کرلوں گا (ان شاء اللہ)

مفتی سید انور شاہ *

اسلامی نام اور غیر مسلموں کی سازش

آج عالم کفر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہر محاذ پر برسر پیکار ہے، مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کی سازشوں میں مصروفِ عمل ہے، ہمیشہ سے اسلام دشمن طاقتیں نت نئے طریقوں سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کی جال بنتی چلی آ رہی ہیں، اب ایک عرصہ سے عسکری ہتھیاروں سے زیادہ فکری اور تہذیبی جنگ چھیڑ کر نئے انداز سے مسلمانوں کی نفسیات کو زیر کرنے کی پالیسی اپنائی گئی ہے، چنانچہ بعض غیر مسلم ممالک میں یہ قانون بنایا گیا ہے کہ غیر مسلم معاشرے میں رہنے والا مسلمان کسی اور ملک میں شادی نہیں کر سکتا۔ اس ملک میں رہنے کیلئے وہیں سے شادی کرنا ضروری ہے، تاکہ ان کے رشتے مسلمانوں سے نہ ہو یا کم از کم کمزور ایمان والے مسلمانوں سے ان کا رشتہ ہو، تاکہ آگے آنے والا نسل کسی بھی طرح سے مسلمان نہ رہے۔ مختلف انداز کی اس یلغار سے مسلمانوں کا ایک طبقہ اپنی اقدار و روایات سے ہاتھ دھو کر فکری ارتداد کا شکار ہو چکا ہے۔ پچھلی چند دہائیوں سے عالمِ کفر کی طرف سے اسلام دشمنی کے اقدامات اور طریقہ واردات میں نمایاں تبدیلیاں آ چکی ہیں۔

اسلامی تشخص و تہذیب کے خاتمے کی کوششیں

کچھ عرصہ قبل امریکی تھنک ٹینکس (rund corporation) نامی ادارہ کی طرف سے شائع ہونے والی رپورٹ میں نئی اسٹریٹجی کا سراغ ملتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب عالمِ کفر براہ راست امتِ مسلمہ کی اسلامی شناخت، نظریاتی اور فکری تشخص پر تیشہ چلا کر اس کو مجروح کرنے پر تل گیا ہے لہٰذا ان حالات میں امت کو اپنی فکری و عملی تشخص کے خلاف دشمن کی ریشہ دوانیوں سے واقف ہونا ضروری ہے اور اس کے سدِ باب کے لئے انفرادی اور اجتماعی سطح پر حتی الوسع کوشش وقت کی اہم ضرورت اور تقاضہ ہے۔ ان سازشوں میں سے ایک سازش یہ بھی ہے کہ مسلمانوں سے اس اسلامی تشخص اور تہذیب کو ختم کرنے کے لئے دنیا سے اسلامی ناموں کا خاتمہ کر دو۔

---

* استاد و مفتی جامعہ بیت السلام لنک روڈ کراچی

چنانچہ کچھ عرصہ قبل آر ایس ایس کی جانب سے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا گیا کہ اگر وہ اسلامی ناموں کو ترک کر کے غیر اسلامی ناموں کو اپنا لیں تو ہمارا ان سے جھگڑا ختم ہو جائیگا۔

مولانا شمشاد علی قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

> اسلام دشمن تنظیمیں وقتاً فوقتاً جو شر انگیز شوشے چھوڑتی رہتی ہیں اسی ضمن میں پچھلے دنوں آر ایس ایس کی طرف سے ایک تحریک چلائی گئی تھی۔ جس میں مسلمانوں کو یہ مشورہ یا ہدایت دی گئی تھی کہ وہ عبداللہ، عبدالرحمٰن اور قاسم وغیرہ، غیر ملکی ناموں کو چھوڑ کر اپنے پرکھوں (آبا ؤ اجداد) کے نام رام داس اور کرشن پال وغیرہ نام رکھیں۔ پھر ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں پھر ہم سب بھائی بھائی کی طرح مل جل کر رہیں گے اور مسلمانوں کو ہم سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ ان کا یہ شیطانی حربہ تو کبھی کامیاب نہیں ہوگا اور مسلمان اپنی ایمانی غیرت اور دینی حمیت سے ہر ایسی سازش اور منصوبے کو ناکام بناتے رہیں گے جس کے ذریعے اسلام دشمن طاقتیں اس ملک میں اندلس کی بدبختانہ تاریخ دہرانا چاہتی ہے لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے صرف نام بدل دینے سے کتنے بڑے مذہبی وتہذیبی انقلاب کا اندازہ کرلیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ نام صرف مسمی کو پکارنے کہ صوتی پہچان نہیں، بلکہ ان ناموں میں ان کے ایمان وعقائد کی جڑیں پیوستہ ہیں، اس لئے اگر یہ نام ختم ہو گئے تو مسلمانوں کے عقائد کی جڑیں اکھڑ جائیں گی۔ جس کے بعد مذہب کا تصور خود بخود ختم ہوتا چلا جائے گا۔ (مسلمانوں کے نام اور ان کے احکام:۱۶)

بعض غیر مسلم ممالک میں اسلامی نام رکھنے پر پابندی

اسی طرح بعض غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں پر قانوناً یہ پابندی عائد کی گئی ہے، کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اسلامی نام نہیں رکھ سکتے۔ مسلمانوں کو اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ ان کے مرضی کے مطابق عیسائی نام رکھیں۔ اس کا اندازہ اس سوال سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جو وہاں کے رہنے والے مسلمانوں نے استاد محترم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے کیا ہے۔

سوال: بعض عیسائی حکومتوں نے خصوصاً جنوبی امریکہ کی حکومت نے عوام پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ

اپنے بچوں کے لئے عیسائی نام کے علاوہ دوسرے نام نہ رکھیں۔ اس کے لئے حکومت نے ناموں کی لسٹیں تیار کی ہیں اور یہ لازم قرار دیا ہے کہ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے نام اسی لسٹ سے منتخب کر کے رکھیں اور کوئی شخص بھی اس لسٹ کے علاہ کوئی دوسرا نام حکومت کے پاس رجسٹرڈ نہیں کرا سکتا۔ کیا مسلمانوں کو ایسے نام رکھنا جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو اس مشکل کے حل کی کیا صورت ہے؟ حسب ضرورت یہاں صرف سوال نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

ہمارے ملک میں ایک تنظیم راشٹریہ سیوک سنگھ ہے جس کا مخفف آر ایس ایس ہے۔ معنی کے اعتبار سے یہ لفظ بہت پرکشش ہے۔ گویا یہ قومی خدمت گاروں کا ایک گروہ ہے لیکن اس کے عزائم اتنے ہی خطرناک اور انسانیت کے دشمن ہیں یعنی اس تنظیم کا بنیادی مقصد ملک کی اقلیتوں پر جبر و دبا قائم رکھنا اور ان میں عدمِ تحفظ کے احساس کو برقرار رکھنا ہے۔ گزشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصے سے وہ اپنے ان مقاصد کے لئے سرگرم عمل ہیں اور امن کے نامہ اعمال کے حرف حرف سے مظلوموں کے خون ولہو کی سرخی نمایاں ہے، کچھ عرصہ قبل جناب (کے سدرشن آر ایس ایس) کے ذمہ دار منتخب ہوئے ہیں۔ وہ اس منصب پر فائز ہونے کے بعد ہی سے ایسے گرم بیانات دے رہے ہیں جو اقلیتوں کو اشتعال میں لے آئیں اور اس طرح فرقہ پرست عناصر کو اپنے مذموم عزائم کے رو بہ عمل لانے کا بہانہ ہاتھ آ جائے۔ ہفتہ، عشرہ پہلے انہوں نے اپنے ایک بیان میں مسلمانوں کو تلقین کی ہے کہ وہ اپنے نام میں اسلام کے ساتھ ہندو ناموں کو بھی جوڑا کریں، جیسے نعوذ باللہ محمد رام وغیرہ نام رکھا کریں۔

مسلم حکمرانوں کی رواداری

انہوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ مسلمانوں نے اس ملک پر آٹھ سو سال حکومت کی۔ ان میں بہت سے مسلم حکمران وہ تھے، جنہوں نے اپنے سیاسی مسائل میں مسلمانوں کے مقابلے میں ہندوؤں کو قریب رکھا تھا اور جن مسلمان فرماں رواں کو آج یہ متعصب اور تنگ نظر کہتے ہیں، جیسے اورنگ زیب عالمگیر، بابر وغیرہ، ان کا حال بھی یہ تھا کہ بڑے بڑے سیاسی اور فوجی عہدوں پر انہوں نے ہندو کو رکھا تھا۔ اگر اتنا طویل عرصہ میں مسلمان دوسری قوموں کو بالجبر مسلمان بنانے کی کوشش کرتے یا کم سے کم مسلمانوں کے سے نام رکھنے کی ان سے خواہش کی جاتی، انہیں مجبور نہیں کرتے صرف ان کو ترغیب دیئے ہوتے تو اس میں کیا شبہ ہے کہ اس ملک میں غالب ترین اکثریت مسلمانوں

کی ہوتی۔ ایک ایسی قوم جسے درختوں اور پتھروں یہاں تک کہ کیڑے مکوڑوں کی بھی پوجنے میں عار نہیں اور بے جان مظاہر قدرت کے سامنے سر ٹیکنے میں بھی کوئی حجاب نہیں، اس کے لئے انسانوں کا مطیع وفرمان بردار ہو جانا اور فرمان رواں کے سامنے سر جھکانا کیا دشوار ہوتا؟ لیکن مسلمانوں نے کبھی ایسا نہیں کیا اور اپنے پیغمبر کی تعلیم کے مطابق مذہب کے معاملہ میں جبر ودبا کی راہ اختیار کرنے سے ہمیشہ اجتناب برتا، اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو جناب سدرشن آج عبداللہ یا عبدالرحمٰن ہوتے، یہ ہے مسلمانوں کی رواداری! اور دوسری طرف ہمارے یہ کوتاہ ذہن، تنگ نظر اور شدت پسند قائدین ہیں کہ جو صرف نصف صدی میں دوسری قوموں کو اپنے وجود میں جذب کرنے کے درپے ہیں۔ مسلمانوں کو بتاتے ہیں کہ ان کے رگوں میں رام اور کرشن کا خون ہے اور تلقین کرتے ہیں کہ انہیں اپنے نام ہندوں کے سے رکھنے چاہیے، کیا اس سے بڑھ کر بھی شدت پسندی اور دہشت گردی کی مثال ہوسکتی ہے؟

اسلام کا قانون موالات

اسلام میں ایک خاص قانوں موالات کا ہے۔ اس قانون کے تحت اگر کوئی عجمی شخص کسی عرب مسلمان قبیلہ کے ہاتھ پر ایمان لاتا تو وہ اسی قبیلہ کی طرف منسوب کیا جاتا۔ امام بخاری ایرانی النسل تھے لیکن اسی نسبت سے جعفی، یمانی کہلائے۔ غور کیا جائے تو فقہا کرام کے استنباط کئے ہوئے اس قانون میں بہت ہی عمیق اور دوررس فکر کارفرما ہیں اور وہ فکر یہ ہے کہ انسان طبعی طور پر اپنے آباواجداد سے محبت رکھتا ہے اوران کی نسبت کو باعث افتخار جانتا ہے، اس لئے اگر مسلمان ہونے کے بعد بھی زمانہ کفر کی خاندانی نسبت اس کے ساتھ لگی رہے تو اسی ساج سے وہ پوری طرح اپنے آپ کو الگ نہیں کر سکے گا اور اگر کر بھی لے تو یہ اندیشہ باقی رہے گا کہ کل جب حالات بدل جائیں تو اس کی اگلی پشتیں پھر اپنی ماضی سے فکری رشتہ استوار کرنے کی کوشش کرے لیکن جب وہ ایک مسلمان خاندان سے منسوب ہو جائے گا تو اس کا سرمایہ افتخار ایک ایسی خاندانی نسبت ہوگی جو شروع سے مسلمان ہے اوراس کا اندیشہ باقی نہیں رہے گا کہ وہ اپنی ماضی کی طرف لوٹ جائے۔

چنانچہ ایران، عراق، مصر وشام وغیرہ کا بہت بڑا علاقہ جب اسلام کے زیرنگین آیا وہ اس طرح اسلام سے وابستہ ہوگیا کہ ان کی تہذیب وثقافت پر کفر کی کوئی چھاپ باقی نہ رہ سکی۔ یہاں تک کہ ان کی زبان تک بدل گئی۔ ہندوستان کے بعض علاقوں خاص راجستھان اور گجرات کے کچھ حصوں میں بہت سے ہندو خاندان صوفیا کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن انہوں نے اپنے نام کے

ساتھ اپنی سابقہ خاندانی نسبتوں کو بھی قائم رکھا اور ٹھاکر، چودھری، ریسائی وغیرہ کہلائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ان کی اگلی نسلیں دین سے دور اور علمِ دین سے محروم ہوئیں اور لوگوں نے تحریک اور ترہیب کے ہتھیار استعمال کئے اور ان کو آبائی نسبت یاد دلائی تو بعض علاقوں میں ارتداد کا فتنہ پھوٹ پڑا اور ان نسبتوں نے اس مذموم مہم کو تقویت پہنچائی۔ انڈونیشا اور اسی علاقے کے بعض ممالک میں ایسے نام رکھے جاتے ہیں جن میں ہندوانہ اور عیسائی ناموں کی آمیزش ہوتی ہے جس کا اثر وہاں ارتداد کی شکل میں ظاہر ہوا، ہندوستان میں بودھسٹ، جین اور بہت سکھ بھی ہندو ثقافت میں جذب ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ ان کے نام برادران وطن کے سے ہیں، اس لئے خود ان کے ذہن میں ان کی شناخت باقی نہیں رہی۔

اسلامی نام اعتقادی، فکری، تہذیبی، ثقافتی اور لسانی شناخت کا ذریعہ

اس لئے نام کے مسئلے کو انتہائی اہم مسئلہ سمجھنا چاہیے، اس سے اعتقادی، فکری، تہذیبی و ثقافتی اور لسانی شناخت متعلق ہے جو قوم اپنے نام کی بھی حفاظت نہ کر سکے، اس کے لے اپنی فکر اور اپنی تہذیب کی حفاظت تو اور بھی دشوار ہے اور جس قوم کی اپنی کوئی فکر اور تہذیب نہیں ہوتی، اس کو دوسری قوم کے ساتھ جذب ہونے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ اس لئے ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ محض نام رکھنے کی دعوت نہیں ہے بلکہ اپنے دروس اثرات کے اعتبار سے فکری وتہذیبی ارتداد اور اپنے وجود کو گم کر دینے کی دعوت ہے۔ (عصر حاضر کے سماجی مسائل: ۲۱۹/۴)

غیر اسلامی ناموں کا بڑھتا ہوا مرض اور اس کا سد باب

ایسی صورتِ حال میں جبکہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ناموں کے سلسلے میں غفلت کا شکار ہو کر اسلامی ناموں سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور دوسری طرف اسلام دشمن قوتوں کی ناموں کے متعلق بھر پور محنت جاری ہے جو کہ انتہائی افسوس ناک صورتِ حال ہے۔ ایسے میں ائمہ، خطباء، علمائے کرام اور خدامِ دین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو غیر اسلامی ناموں کا مرض بڑھتا جا رہا ہے، بقدر استطاعت اس کے سدِ باب میں اپنا کردار ادا کریں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو اسلامی ناموں اور ان کے احکام سے آگاہ کرائیں، تا کہ ہمارے معاشرے میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ عظام رضوان علیہم اجمعین، تابعین کرام رحمہم اللہ اور اہل علم و فضل کے ناموں نیز بامعنی، اچھے اور دلکش ناموں کا سلسلہ بڑھے۔

ڈاکٹر عثمان احمد
مصنف ومحقق

اصطلاحات کا مسئلہ: ایک تنقیدی مطالعہ

علوم وفنون اپنی مرتب، مکمل اور مدون شکل میں اصطلاحات کے ذریعے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور بالعموم مخصوص اصطلاحات کا نظام ہی کسی فکر، علم یا فن کی شناخت ہوتا ہے، فرہنگ آصفیہ کے مطابق جب کوئی قوم یا فرقہ کسی لفظ کے معنی موضوع کے علاوہ یا اس سے ملتے جلتے کوئی اور معنی ٹھہرا لیتا ہے تو اسے اصطلاح یا محاورہ کہتے ہیں کیونکہ اصطلاح کے لغوی معنی باہم مصلحت کرکے کچھ معنی مقرر کر لینے کے ہیں، اسی طرح وہ الفاظ جن کے معنی بعض علوم کے واسطے مختص کر لئے جاتے ہیں، اصطلاحِ علوم میں داخل ہیں، خیال رہے کہ اصطلاحی اور لغوی معنوں میں کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہوتی ہے [۱]

علی بن محمد بن علی الجرجانی لکھتے ہیں: الاصطلاح عبارة عن اتفاق قوم علی تسمیة الشیء باسم ما ینقل عن موضعه الاول واخراج اللفظ من معنی لغوی الی آخر لمناسبة بینهما وقیل الاصطلاح اتفاق طائفة علی وضع اللفظ بازاء المعنی وقیل الاصطلاح اخراج الشئی عن معنی لغوی الی معنی آخر لبیان المراد وقیل الاصطلاح لفظ معین بین قوم معینین [۲] ''اصطلاح کسی قوم کا کسی شے کے نام پر اتفاق کر لینا ہے جو کہ اس کے پہلے معنی موضوع سے منتقل کر دے اور لغوی معنی کی بجائے کسی مناسبت کے باعث دوسرے معنی مراد لینا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اصطلاح کسی گروہ کا کسی مخصوص معنی کیلئے لفظ کا وضع کرنا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اصطلاح مراد کے بیان کیلئے کسی چیز کا اس کے لغوی معنی سے کسی دوسرے معنی کی طرف لے جانا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اصطلاح کسی متعین لفظ کو کہتے ہیں جو متعین کرنے والوں کے درمیان متعین معنوں میں مستعمل ہو۔''

انگریزی میں اصطلاح کیلئے مستعمل لفظ TERM ہے، Terms are words and compound words that are used in specific context [۳] اصطلاحات وہ مفرد اور مرکب الفاظ ہیں جو مخصوص پس منظر میں ہی استعمال کیے جاتے ہیں، اصطلاحات کا وضع کرنا حقائق کی تخلیق یا اظہار کا نام نہیں بلکہ ادنی یا اعلی موجوداتِ ذہنی و مادی کو مخصوص الفاظ کے ساتھ معروف کرنے کا نام ہے، بسا

اوقات بالکل عام اور سطحی باتیں اور ادنی انسانی جذبات وخواہشات کو سنہری اصطلاحات کے ذریعے مستور مگر مقبول کیا جاتا ہے جیسا کہ جدید انتظامی علوم انہی اصطلاحات کا مجموعہ ہیں (۴) بعض علوم تو اصطلاحات کا ایسا گورکھ دھندا ہیں کہ اس کا کل سرمایہ مغلق اصطلاحات ہیں، ایسی اصطلاحات جن کے معنی کا تعین ناممکن حد تک مشکل ہے (۵)

صاحب کشاف اصطلاحات الفنون اصطلاح کے بارے میں لکھتے ہیں: ان اکثر ما یحتاج به فی تحصیل العلوم المدونه و الفنون المروجه الی الاساتذه هو اشتباه الاصطلاح فان لکل اصطلاح خاص به اذا لم یعلم بذلك لایتیسر للشارع فیه الاهتدا الیه سبیلا والی انغمامه دلیلا فطریق علمه اما الرجوع الیهم (۶) ''مدون علوم اور مروج فنون کے حصول میں اکثر جس چیز کی احتیاج اساتذہ کی طرف رجوع پر مجبور کرتی ہے وہ اصطلاح کا اشتباہ ہے، ہر اصطلاح کے خاص معنی ہوتے ہیں اور ان کو جانے بغیر (علم کی راہ پر) کسی چلنے والے کیلئے کوئی راہ ہدایت اور تاریکی میں کوئی دلیل نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ ان اصطلاحات کے علم کیلئے ان (اساتذہ) کی طرف رجوع کرے۔''

محمد اسلم سہیل لکھتے ہیں: یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ علوم مدونہ اور فنون مروجہ میں ہر قسم کے علم وفن کے اصول و مبادی اور کلیات و جزئیات تک رسائی اور ان پر مکمل دسترس کا دارو مدار، ان علوم کے متعین بنیادی اصطلاحات کی صحیح تفہیم وتحقیق، ان کے معانی و مطالب کی صحیح تعبیر وتشریح، ایک جیسی مختلف اصطلاحات میں موجود لطیف نکتہ اتحاد اور دقیق فنی اختلاف کے ادراک وشعور اور اسی طرح مختلف علوم و فنون کے متفرق مباحث سے متعلق اصطلاحات کی باہمی مماثلت و مشابہت کے درمیان نازک اور بادی النظر میں غیر محسوس فرق کو سمجھ کر ان کی صحیح توضیح وتعریف کرنے اور ان کے مناسب استعمال کی اعلی درجے کی صلاحیت وقابلیت اور غیر معمولی علمی وفنی مہارت پر موقوف ہے۔ (۷)

اصطلاحات کے سلسلے میں درج ذیل اصولی باتوں کو ملحوظ رکھنا خلط مبحث سے بچنے، معانی کے صحیح ابلاغ اور انتشار سے محفوظ رہنے کیلئے ضروری ہے۔ (۸)

☆ کوئی اصطلاح مجرد لفظ نہیں ہوتی، ہر اصطلاح کا اپنا مخصوص فکری، علمی یا مذہبی پس منظر ہوتا ہے اور اس کے معانی کا تعین اس کے مخصوص پس منظر سے صرفِ نظر کر کے نہیں کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی فرد کسی مخصوص اصطلاح کو محض لغوی معنی میں استعمال کرنا چاہے تو اسے صراحتا اس کا ذکر کرنا چاہیے کہ اس کی مراد محض لغوی نہ کہ اصطلاحی، کسی اصطلاح کا واضع ہی وہ بنیادی منبع ہے جو کسی اصطلاح کے معانی کے تعین میں بنیادی حوالہ ہوتا ہے، مثلاً DEMOCRACY کی اصطلاح کے معنی متعین کرنے کے لئے افلاطون،

جان لاک، مل، روسو اور مغربی تاریخ (انقلاب فرانس، تحریک تنویر وغیرہ) بنیادی ذریعہ ہیں، نہ کہ قرآن و سنت [۹] کیا کوئی یہ دعوی کر سکتا ہے کہ DEMOCRACY کا تصور کوئی مخصوص تاریخی، علمی، ثقافتی اور اخلاقی پس منظر نہیں رکھتا، یقیناً رکھتا ہے تو یہ کس طرح درست ہوگا کہ اس کے معنی کا تعین قرآن و سنت سے کیا جائے (قرآن و سنت سے تو محاکمہ ہوگا) یا اس کے وہ معنی متعین کئے جائیں جو اس کے مخصوص تاریخی، علمی، ثقافتی اور اخلاقی پس منظر سے علاقہ نہ رکھتے ہوں، اگر ہم اس بات کو رد کرتے ہیں کہ جہاد کی اسلامی اصطلاح کے معنی کا تعین کرنے کا استحقاق مستشرقین یا مغربی اسکالرز کو نہیں ہے بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں فقہاء عظام نے جو معنی متعین کئے ہیں وہی اصل ہیں تو مسلم علماء کو حق کیسے حاصل ہے کہ وہ مخصوص تاریخی، علمی، ثقافتی اور اخلاقی پس منظر کو نظر انداز کر کے DEMOCRACY کے معنی متعین کریں، اسی طرح کسی اصطلاح کے ساتھ اسلامی کا سابقہ یا لاحقہ لگانے سے یہ سمجھنا کہ وہ اپنے مخصوص فکری، علمی، اخلاقی اور مذہبی پس منظر سے کٹ گئی ہے محض خوش فہمی ہے، اس کے نتیجے میں باطل افکار کو فروغ و جواز تو مل سکتا ہے لیکن اصطلاحات کی تطہیر نہیں ہوسکتی، کیا سوشلزم، جمہوریت، بینکنگ اور انشورنس کی اصطلاحات کے ساتھ اسلامی لگانے سے سوشلزم، جمہوریت، بینکنگ اور انشورنس میں جوہری تبدیلی واقع ہو جائے گی اور وہ اپنی مخصوص تاریخی، علمی، ثقافتی اور اخلاقی پس منظر سے کٹ جائیں گی؟

☆ ہر اصطلاح ایک کل کی حیثیت رکھتی ہوتی ہے اور اس کے معانی بھی کلی حیثیت سے طے کئے گئے ہوتے ہیں، کسی بھی اصطلاح کو بالاقساط یا بالاجزا بیان کر کے یہ کہنا کہ اس میں یہ جز درست اور یہ جز باطل ہے غلط ہے، مثلاً Democracy ایک مکمل نظام ہے، اس کا جائزہ مکمل نظام کی حیثیت سے لیا جائے گا نہ کہ ووٹ، پارلیمنٹ، اقتدار اعلی کو علیحدہ علیحدہ کر کے اس کے نتیجے میں کیا گیا تجزیہ غیر حقیقی ہوگا۔

☆ کسی اصطلاح کا ترجمہ دوسری زبان میں پورے معانی کے ساتھ ممکن نہیں ہوتا اور اس کیلئے اقرب ترین لفظ ہی استعمال ہوسکتا ہے اور اکثر اصطلاحات کا ترجمہ مسائل کا باعث بنتا ہے، اللہ جل شانہ کا اسم ذاتی اللہ ہے، اس کا کوئی ترجمہ ممکن نہیں لفظِ اللہ کا متبادل GOD خدا یا ایشور یا رام نہیں اور یہ تمام الفاظ اپنا مخصوص پس منظر رکھتے ہیں، اسی طرح اردو میں اکثر مغربی اصطلاحات کا ترجمہ الفاظ کا ترجمہ ہے نہ کہ مکمل اصطلاحی معنی اس میں سمٹ آئے ہیں، HUMAN RIGHTS کا ترجمہ انسانی حقوق کیا جاتا ہے جو محض لفظی ترجمہ ہے، اس کے معانی کے بیان کیلئے وہ مکمل مخصوص فکری، علمی، ثقافتی اور تاریخی پس منظر سے واقفیت ضروری ہے جہاں سے اس اصطلاح نے نشو ونما پائی ہے۔

☆ کوئی اصطلاح اگر کسی دوسری فکر، فن، عمل یا چیز کیلئے اس کثرت سے استعمال کی جائے کہ وہ

اپنے مخصوص فکری، علمی یا مذہبی پس منظر سے بالکل لاتعلق (Detach) ہو جائے تو نئے معانی اس کے اصل معانی قرار پائیں گے اور گزشتہ معانی کی حیثیت لغوی یا تاریخی رہ جائے گی، اب اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ نماز تو دراصل مجوسیوں کی عبادت کا نام ہے(۹) لہذا مسلمانوں کی تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع و سجود پر مشتمل عبادت کو نماز کہنا درست نہیں تو یہ دعوی باطل ہوگا کیونکہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان معاشرے میں یہ لفظ انہی معنوں میں معروف اور مستعمل ہونے کے بعد متعین ہو چکا ہے کہ اس کے کوئی اور معنی کسی کے ذہن میں نہیں آتے، کسی اصطلاح کے اپنے مخصوص فکری، علمی یا مذہبی پس منظر سے لاتعلق ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ اس اصطلاح کے استعمال سے اس کے سابقہ معانی کا گمان بھی نہ ہو۔

(حوالہ جات وحواشی)

(۱) خاں صاحب مولوی سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند، ویسٹ بلاک آر کے پورم، نئی دہلی، طبع چہارم، ج ا، ص ۱۸۴۔طبع ۱۹۹۸ء

(۲) جرجانی، علی بن محمد بن علی، کتاب التعریفات، دار الکتاب العربی بیروت، ص ۲۳۰، طبع ۲۰۰۲ء

(۳) http://en.wikipedia.org/wiki/terminology

(۴) مینجمنٹ سائنس Management Sciences نے مارکیٹنگ کے نام سے جس علم کی بنیاد رکھی ہے وہ انسانی سطحی جذبات وخواہشات کی اصطلاحاتی تشکیل اور تصور حلال وحرام کے بغیر اشیا وسہولیات کو فروخت کرنے کیلئے تزویراتی جال ہے، مسابقت کا بے لگام جذبہ (Competition) کا اصطلاحاتی نام پاتا ہے، انسانی ذہن پر مسحور کن تصویری ماحول کے ذریعے اپنی گرفت کرنے کا نام Advertising ہے

(۵) جیسا کہ فلسفہ کی اصطلاحات بعض فلاسفہ کی اختراع کردہ اصطلاحات ہمیشہ سے اہلِ علم میں معرکہ آرائی کا باعث ہیں

(۶) محمد علی بن علی الفاروقی التھانوی، کشاف اصطلاحات الفنون، سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور، طبع اول، ج ا، ۱۹۹۳

(۷) محمد اسلم سہیل اردو مقدمہ کشاف اصطلاحات الفنون، سہیل اکیڈمی اردو بازار لاہور، طبع اول، ص ا، ج ا، ۱۹۹۳ء

(8) Plato, The Republic, revised/trans. by Desmond Lee, Harmondsworth, UK: Penguin Books, 1974, 2nd edition. Mill, J. S., 1861, Considerations on Representative Government, Buffalo, NY: Prometheus Books, 1991. Rousseau, J.-J., 1762, The Social Contract, trans. Charles Frankel, New York: Hafner Publishing Co., 1947.

(۹) عماد الحسن فاروقی، دنیا کے بڑے مذاہب، مکتبہ تعمیر انسانیت، اردو بازار لاہور، ص ۱۸۷، ۱۸۹، سن نامعلوم

مولانا عبداللہ فردوس*

اساتذہ کرام کے املائی نوٹ تیار کرنا: ایک جائزہ

اساتذہ کرام کے املائی نوٹ تیار کرنا، بظاہر ایک چھوٹا سا جملہ ہے لیکن سوچئے! اسی ایک جملہ میں استاذ کے علوم کی پوری داستان سمٹی ہوئی ہے، استاذ کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ میری نیک نامی پیدا ہوجائے اور میرے شاگرد کو کامیابی مل جائے۔

دورحاضر میں دینی مدارس کو جن اہم مسائل کی طرف توجہ دینا چاہیے، اس میں سرفہرست اساتذہ کرام کے املائی نوٹ تیار کرنا سب سے زیادہ توجہ اور اہمیت دینے کی مستحق ہے۔

یہ املائی (تقریری) نوٹ تدریس کے دوران ہو یا عام اَوقات میں، اساتذہ کرام کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا یا عصر کے وقت ان کے قدموں میں بیٹھنا بلکہ ایک علمی روحانی مجلس کا ماحول بنانا ہم ہی نے کرنا ہیں، صحبت علماء پر حضرت علیؓ اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو ابھارتا ہے۔

یا بنی! رأس الدين صحبةُ المتقين "بیٹے! دین کا جوہر اہل تقویٰ کی صحبت ہے"

ہمارے طلباء نماز عصر کے بعد بازار کا راستہ اختیار کرتے ہیں، راستے میں ایران تران کی باتیں ہوتی ہیں اور اسی میں عصر کی وقت نذر ہوجاتی ہے، صبح سے لے کر عصر تک جو کمایا وہ عصر سے مغرب تک بازار کی نذر ہوجاتی ہے......

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

سیدنا امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عقل کو چار چیزوں سے معمور کرو۔

(۱) فضول اور بے کار باتوں سے اجتناب (۲) مسواک کا اہتمام
(۳) نیک لوگوں کی صحبت (۴) علمائے کرام کی ہم نشینی

---

* مدیر سہ ماہی ''الفردوس'' مردان

لہٰذا عصر کے بعد اپنے اکابر کے پاؤں میں بیٹھ کر بہت کچھ ملے گا، مجالس علی میاں (مجالس حسنہ) مرتبہ مولانا فیصل احمد ندوی بھٹکلی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو کی یہ بے مثال مجموعہ ہے جس میں انہوں نے استاذ کی قدموں میں بیٹھ کر عصر اور عشاء کی اکثر نصیحت آموز باتیں جمع کیے۔ یہ مجموعہ پڑھنے کے قابل ہے، استاذ کے ایک ایک لفظ کے کئی معانی ہوسکتے ہیں، معانی کی تعداد سے کہیں زیادہ مفاہیم اس سے وابستہ ہوسکتے ہیں، اگرچہ یہ املائی نوٹ مدرسہ کی طرف سے اختیاری ہوتوافادیت کو مدنظر رکھ کر آہستہ آہستہ لازمی صورت خود بہ خود اختیار کرے گی۔

زمانے کی گردش

زمانے کی گردش نے ہمیں کہاں پہنچایا، بچے بڑے ہوکر اپنے مرکزیت یعنی اپنے قاعدہ بغدادی کے استاذ کو بھول جاتے ہیں، اگرچہ وہ زمین سے زیادہ آسمانوں میں نام کے بجائے القاب (حافظ، قاری اور استاذ) سے مشہور ہے، مرنے کے بعد اپنے اساتذہ کرام کی قبروں پر حاضری دینا، مگر بنیاد رکھنے والوں (اساتذہ کرام) کے نام تک یاد نہیں ہوتے۔

طلباء کے ذہن میں استاذ کے بارے بدگمانی اس دن سے پیدا ہوجاتی ہے، جب استاذ کتاب کی کوئی شرح خریدتا ہے یا اس کے ڈسک پر نظر آتی ہے۔ شاید کوئی شرح یا نوٹ ہو جس کے بارے میں استاذ کی جستجو نہ ہو یا استاذ کی ذہن نے تغافل کی ہو بلکہ ان کی جستجو ہمیشہ بڑھتا جاتا ہے۔

بس! طالب علم سمجھتا ہے کہ استاذ کی علم کی انتہاء اور وسعتِ نظری کی حد بس ایک اردو یا عربی شرح ہے۔ نہیں نہیں بلکہ استاذ ایک ایک مغلق اور مشکل عبارت کی حل کرنے میں رات کا اکثر حصہ گزارتا ہے اور جب استاذ اس کی حل میں کامیاب ہوجاتا ہے تو علامہ زمخشریؒ کا قول مزے لے کر پڑھتا ہے اس کی لاج بھی رکھنا چاہیے۔

وتمایلی طرباً لحلِّ عویصة

فی الدَّرْسِ أَشْهَی مِنْ مُدَامَةِ سَاقِ

اور کسی مشکل مسئلہ کے حل ہوتے وقت میرا جھومنا ساقی کے جام شراب سے زیادہ محبوب ہے۔

تہجد کے برکات، عاجزی، بلند ہمتی، فکری ارتقا اور اعلیٰ اخلاق کے برکات سے کون انکار کرسکتا ہے؟ مطالعہ میں وسعت پیدا کرنے کے لیے کئی کئی شروحات کا مطالعہ اور اس کے بعد ترتیب اور تسہیل کی الجھنوں سے گزرنا کیا آسان کام ہے؟ استاذ کتاب نہیں بلکہ علم وفن کے شناوری کراتا ہے

لیکن طالب علم کی نظر صرف اور صرف ایک ہی شرح کے ارد گرد گھومتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ استاذ کا اپنے پاس ڈائری رکھنے کا معمول بھی ہے کتاب پر اپنی فکر اور علمی نکتے لکھنے کا رواج ابھی تک ہے اور اس کی بنیاد پر خوب تیاری کر کے طلبا کی علمی اور ذہنی تیاری میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے ہیں، مولانا شمس الحق افغانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ مدرس کو تین مرتبہ مطالعہ کرنا چاہیے۔ پہلی مرتبہ فہم کے لیے، دوسری مرتبہ افہام کے لیے اور تیسری مرتبہ تسہیل افہام کے لیے......

اولوالعزم دانشمندی جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر چیر دیتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

جب طلباء کی توجہ ان مفید اور کارآمد باتوں کی طرف ہو جائے تو سمندر سے صدف ہی نکالنے پر اُترتے ہیں۔

اَمالی کسے کہتے ہیں

اَمالی جمع ہے املا کی جس کے معنی ہیں لکھوانا۔ پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ استاذ مسند درس پر بیٹھ جاتے تھے اور اپنے حافظہ سے شاگردوں کو مسائل لکھواتے تھے، طلباء قلم، دوات اور کاغذ لے کر بیٹھ جاتے، طلبا اس کو یاد کر کے پھر وہ کاپیوں میں جمع کر لیتے تھے اور جو کچھ جمع ہو جاتا اس کو کتابی شکل دے دی جاتی تھی، اس کو ''امالی'' کہا جاتا ہے، علمائے شافعیہ اس کو ''تالیفات'' بھی کہتے ہیں اور دور حاضر میں اس کو تقریر یا نوٹ کہا جاتا ہے۔ شاگرد استاذ کے زبانی تقریر قلم بند کر کے، اس میں بہت مفید اور نادر باتیں جمع ہو جاتی تھی۔ بعد میں طالب علم اس نوٹ پر عنوانات لگائیں، آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ پر نمبر لگانے کا اہتمام کریں۔ اشعار اور اشخاص کا تعارف کرائیں، گویا آپ نے اس نوٹ کو چار چاند لگائیں۔ اگر اپنے اساتذہ کرام اور ماہرین علوم وفنون کی باتیں قید تحریر میں لا کر محفوظ نہ کئے گئے تو بہت سے علمی اور فکری باتیں ضائع ہو جائیں گی اور پھر کفِ افسوس ملنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوگا، سلف میں محدثین، فقہاء اور ماہرین علوم وفنون سب ہی کا یہ طریقہ کار رہا اور اپنی اپنی لائن کے علوم لکھواتے تھے، اب نہ وہ علماء رہے اور نہ وہ علم ہی رہا، اس لیے املا کا یہ طریقہ بس قصہ پارینہ بن کر رہ گیا۔

صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے امالی تین سو جلدوں میں تھے، افسوس ہے کہ اب اس عظیم سرمایے کا کہیں وجود نہیں اور غالباً وہ امالی دسویں صدی کی مشہور جنگ

طوائف الملوکی میں ضائع ہوئی ہے۔صرف یہ نہیں بلکہ آپ کی مؤلفات کثیرہ کا ذکر اہل علم کی کتابوں میں موجود ہے لیکن اس میں زمانہ کے ظالم ہاتھوں کا کردار ضرور ہوگا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں جتنا افسوس مجھ کو لیث بن سعدؒ (ولادت ۹۲ یا ۹۴ھ وفات ۱۷۵ھ) کی موت پر ہوئی اتنی کسی کی موت پر نہیں ہوئی خود امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام لیثؒ بن سعدؒ امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ تھے الليث أفقه من مالك إلا أن أصحابه لم يقوموابه (تهذيب التهذيب: ٤/٦١٠)

کبھی یوں فرماتے تھے: اَللَّیْثُ اَفْقَهُ مِنْ مَالِكٍ ضَيَّعَهُ اَصْحَابُه۔ لیث امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ تھے، پر ان کے تلامذہ نے انہیں ضائع کر دیا۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ضائع کر دینے سے امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح امام مالکؒ وغیرہ کی فقہ کے ان کے شاگردوں نے تدوین کی، امام لیث بن سعدؒ کے شاگردوں نے نہ کی۔ صدر الائمہ موفق بن احمد مکیؒ نے مناقب الإمام الاعظمؒ میں امام شافعیؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مجھے کسی شخص کے متعلق ایسی حسرت نہیں جیسی کہ لیث بن سعدؒ کے متعلق ہے کیونکہ میں نے ان کا زمانہ پایا اور پھر بھی ان کی زیارت نہ کر سکا جس کی حسرت دل میں باقی رہ گئی۔امام لیث بن سعدؒ حدیث وفقہ میں ممتاز مقام کے حامل ہے، مجتہد ہے، مصر میں ان کا مذہب بھی ایک عرصہ تک رائج رہا، ان کی فقاہت کی تعریف موافق ومخالف سبھی نے کی ہے لیکن ان کو اعلیٰ مرتبہ کے شاگرد میسر نہ ہونے کی وجہ سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا اسی لیے ان کا نام بحیثیت مفتی مجتہد کے مٹ گیا اگر چہ محدثین کی زبانوں پر ان کا نام اس حیثیت سے رہا کہ وہ ایک قابل اعتماد اور ثقہ روای ہیں (تاریخ فقہ اسلامی، ۳۸۵)

وہ امام مالکؒ کے ہم عصر تھے، ان دونوں میں بعض امور کے تعلق سے اختلاف بھی تھا، جس پر دونوں میں مشہور خط وکتابت بھی ہوئی، امام لیث بن سعدؒ کا بیان ہے کہ میں امام مالکؒ کے ستر مسائل ایسے شمار کیے جو سنت کے خلاف تھے چنانچہ میں نے اس بارے میں ان کو خط لکھ کر بھیج دیا ہے (جامع بیان العلم: ۱۴۸/۲ بحوالہ مقدمہ انوار الباری: ۱۹۸/۱، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان تاریخ اشاعت، ۱۴۲۵ھ)

امام شافعی کا اعتراف کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے، انہوں نے امام مالکؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا اور ان کے بڑے قدر شناس تھے، کہتے ہیں کہ جب علماء کا ذکر ہو تو امام مالک ستاروں کے مانند ہیں لیکن فقہی تقابل میں انہوں نے امام مالک پر لیث بن سعد کو ترجیح دی اور اس کے ساتھ ہی ایک چھپے ہوئے سوال کا جواب بھی دے دیا۔

جب لیث بن سعد مصری زیادہ فقیہ ہیں تو پھران کو وہ شہرت وہ مقام اور متبعین کی وہ کثرت کیوں نصیب نہ ہوئی جو امام مالکؒ کو نصیب ہوئی تو اس کا جواب امام شافعیؒ یہ دیتے ہیں کہ ان کے شاگردان کے کام اور مشن کو لے کر کھڑے نہیں ہوئے، اس وجہ سے ان کا علم اور ان کی فقاہت عروج پذیر نہیں ہوئی اور ان کا نام اور کام اور کارنامہ شہرت دوام حاصل نہ کر سکا، ائمہ متبوعین کو اللہ نے ایسے باصلاحیت مخلص اور محبت کرنے والے شاگردوں سے نوازا، جنہوں نے اپنے استاد کے منہج کو اپنا منہج بنایا اور اپنے استاذ کے علمی کارنامہ کو دنیا بھر میں مشتہر کیا، انہوں نے اپنے استاذ سے بجا طور پر علمی اختلاف بھی کیا، استاد کے دلائل اور نظریہ پر تنقید بھی کی لیکن اسی کے ساتھ استاد سے چمٹے رہے۔ ان کو چھوڑا نہیں ان سے جدائی اختیار نہیں کی۔

ان کی فقہی کاوش اور مرتبہ معلوم کرنے کے لئے محقق قلعہ جی کی ''موسوعة فقه الليث بن سعد، ڈاکٹر عبدالحلیم کی ''الليث بن سعد إمام أهل مصر'' اور ڈاکٹر سعد محمود کی مایہ ناز کتاب فقه الليث بن سعد فی ضوء الفقه المقارن'' اہم کتابیں ہیں۔

آج ہمارے سامنے تیس جلدوں میں امام سرخسی کی ضخیم موسوعہ ''المبسوط'' موجود ہے یہ طلباء کی علمی نوٹ ہے جو انہوں نے اپنے استاذ سے نقل کیا، پانچویں صدی کے مشہور امام محمد بن احمد بن ابوبکر سرخسیؒ (متوفی ۴۸۳ھ) ان علماء میں سے ہیں، جنہیں آیة من آیات اللّٰه (اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی) کہنا چاہیے، آپ اصلاً خراسان کی ایک بستی ''سرخس'' کے رہنے والے تھے، اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ''سرخسی'' کہا جاتا ہے۔ آپ تحصیلِ علم کے لیے ''کرغیزستان'' کے شہر ''اوزجند'' تشریف لے گئے تھے اور بعد میں آپ نے وہیں سکونت اختیار کی، آپ نے حاکمِ وقت کی مرضی کے خلاف کوئی فتویٰ دیا یا کوئی بات نصیحت کے طور پر کہی جس کی وجہ سے حاکمِ وقت ''خاقان'' نے آپ کو ایک کنویں نما گڑھے میں قید کر دیا۔ ڈاکٹر صلاح الدین منجد نے ''شرح السیر الکبیر'' کے مقدمہ میں اس قید کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ خاقان نے اپنی ایک کنیز کو آزاد کر کے عدت سے پہلے ہی اس سے نکاح کر لیا تھا، امام سرخسیؒ نے اس پر اعتراض کیا تو اس نے انہیں قید کر دیا، اور وہ سالہا سال کے لیے اس کنویں نما گڑھے میں قید رہے، جہاں ان کے لیے چلنا پھرنا بھی ممکن نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ ان کے شاگردوں کو اس واقعے سے کتنا دکھ ہوا ہوگا، انہوں نے اپنے استاد کی دل بستگی کے لیے درخواست کی کہ ہم روزانہ اس کنویں کے منہ پر آجایا کریں گے، آپ ہمیں کچھ املا کرا دیا کریں۔

علامہ سرخسیؒ پہلے سے چاہتے تھے کہ امام حاکم شہیدؒ کی کتاب الکافی کی شرح لکھیں، چنانچہ انہوں نے اسی کنویں سے اپنی عظیم کتاب ''المبسوط شرح الکافی'' املا کرانی شروع کی، اورعلم کی تاریخ کا یہ منفرد شاہ کار، اوزجند کے ایک کنویں نما قید خانے میں اس طرح وجود میں آیا کہ ۳۰ ضخیم جلدوں کی یہ کتاب کنویں سے املا کرائی گئی، کنویں کے منہ پر بیٹھے ہوئے شاگردوں کولکھوائی گئی، جو آج فقہ حنفی کے لیے معتبر ومستند مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں اور کوئی بھی فقیہ اپنی بات کے اعتبار واعتماد کے لیے اس سے مستغنی وبے نیاز نہیں ہوسکتا۔امام سرخسیؒ کے تقریباً تمام تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ کنویں سے جو املا کراتے تھے، وہ خالص اپنی یادداشت کی بنیاد پر کراتے تھے، کسی کتاب کی مدد انہیں حاصل نہیں تھی اور یہ بات ظاہر بھی ہے کہ کنویں میں قید ہونے کی حالت میں دوسری کتابوں سے باقاعدہ استفادہ بظاہر ممکن نہ تھا جن حضرات نے مبسوط سے استفادہ کیا وہ اس کرامت کا صحیح اندازہ کرسکتے ہیں، کہ اتنی تحقیقی کتاب جو بعد والوں کے لیے فقہ حنفی کا مستند ماخذ بن گئی۔المبسوط کے مقدمہ صفحہ ۴۷ میں ڈاکٹر کمال عبدالعظیم العنانی استاذالفقہ بجامعۃ الازھر القاھرہ اورنواب صدیق حسن خان نے ابجدالعلوم میں لکھا ہے کہ:

وقيل له يوما: حفظ الشافعي ثلاثمائة كراس فقال: حفظ زكاة ما أحفظه فحسب ما حفظ فكان: اثنى عشر ألف كراس (أبجد العلوم للقنوجي: ۱۱۷/۳)

علامہ سرخسی نے مبسوط تیس جلدوں میں شاگردوں کو املا کروائی ہے، حالت یہ ہے کہ وہ کنویں میں قید تھے اور کنویں کے اندر سے بولتے تھے، شاگرد لکھتے رہتے تھے اور جگہ جگہ فرماتے تھے قال المحبوس (قیدی نے کہا) اندازہ لگائیے کہ کیسے کیسے علما تھے۔

آج کل طلبہ میں تعلیمی رجحان کے کم ہونے کی جہاں بہت ساری وجوہات ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اساتذہ کرام کی درس بیداری کے ساتھ نہ لکھتے ہیں اور نہ سنتے اور نہ یاد کرتے ہیں۔

ہم نے طے کی اس چرخ سے منزلیں
گر پڑے ، گر کر اٹھے، اٹھ کر چلے

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

انڈونیشیا کے سفیر کی دارالعلوم حقانیہ تشریف آوری

یکم جون بروز ہفتہ انڈونیشیا کے قائم مقام سفیر جناب رحمت ہندیارتہ کوسوما صاحب اپنے رفقاء، پولیٹکل قونصلر، جناب ایکسل مرزا صاحب، پروٹوکول آفیسر جناب احمد صاحب کے ہمراہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، مدیر''الحق'' مولانا راشدالحق سمیع صاحب نے ان کا استقبال کیا۔محترم سفیر صاحب نے مدیر''الحق'' سے ان کے دفتر میں تفصیلی ملاقات کی۔بعدازاں انہیں شعبہ تخصصات لے جایا گیا جہاں پر محترم سفیر صاحب نے شعبہ تخصصات کے نگران کی دعوت پر طلباء سے عربی زبان میں جامع خطاب کیا اور طلباء کے مختلف سوالات کے جوابات دیئے۔مدیر''الحق'' صاحب نے انہیں دارالعلوم کی نئی عظیم الشان جدید لائبریری کا وزٹ بھی کرایا، محترم سفیر صاحب نے نئی لائبریری کی جامعیت، منفرد ڈیزائنگ، وسعت اور قلمی نسخوں کی تعداد دیکھ کر حیرت اور مسرت کا اظہار کیا۔بعد ازاں انہیں زیر تعمیر جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ، دارالحفظ والتجوید، حقانی مقبرہ بھی لے جایا گیا اور ان کا وزٹ کرایا گیا۔اس کے بعد محترم سفیر صاحب کو ایوان شریعت (دارالحدیث) لے جایا گیا جہاں پر نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق صاحب اور مولانا راشد الحق صاحب، مولانا فیض الرحمٰن صاحب نے معزز مہمانوں کو خیر مقدمی کلمات پیش کئے۔دارالحدیث میں بھی محترم سفیر صاحب نے عربی زبان میں طلباء سے خطاب فرمایا۔خطاب میں انہوں نے علم کی فضیلت، احادیث کی اہمیت اور دارالعلوم کے مثالی نظم ونسق اور اس کے تاریخی کردار کو خراج تحسین پیش کیا اور دارالعلوم حقانیہ کے طلباء کو انڈونیشیا کی جامعات میں بھیجنے کا اعلان کیا۔بعدازاں محترم سفیر صاحب نے نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق صاحب اور مولانا راشد الحق صاحب کو انڈونیشین سفارتخانے کی طرف سے اعزازی شیلڈز پیش کی گئیں۔پروگرام کے اختتام پر معزز مہمانوں کے لئے مولانا راشد الحق صاحب کی رہائش گاہ پر ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔یاد رہے انڈونیشین حکومت، سفیر جناب رحمت صاحب کی دعوت پر مدیر''الحق'' مولانا راشد الحق صاحب ماہ نومبر ۲۰۲۳ء میں مولانا اسرار صاحب کے ہمراہ انڈونیشیا کے دورے پر

تشریف لے گئے تھے اوروفد نے وہاں کی مختلف تعلیمی، اسلامی اور سیاسی شخصیات سے ملاقاتیں کیں اور وہاں کے مختلف حکومتی اداروں کا دورہ بھی کیا۔ انڈونیشین سفارتکاروں کا یہ وزٹ مولانا راشدالحق صاحب کی خصوصی دعوت پر کیا گیا تھا، اس قسم کے سیاسی، سفارتی اور علمی نوعیت کے وفود سے دارالعلوم کی خدمات عالمی سطح پر آشکارا ہوتی ہیں اور اسلام اور دینی مدارس کا ایک اچھا تاثر سفراء اور عالمی اداروں پر مرتب ہوتا ہے۔

برطانوی سفارتکاروں کی جامعہ دارالعلوم حقانیہ آمد

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی عالمی حیثیت کے پیش نظر آئے روز وقتاً فوقتاً یہاں ملکی و غیرملکی معزز مہمانوں کی آمد و رفت جاری رہتی ہے اور آئے روز ملکی و بین الاقوامی اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی علمی، سیاسی، دینی شخصیات آتی رہتی ہیں۔ بروز بدھ 12/جون 2024ء کو مولانا راشد الحق سمیع صاحب کی دعوت پر برطانیہ کے سینئر سفارتکاروں کی دارالعلوم حقانیہ آمد ہوئی جن میں محترمہ زوئی ویر (پولیٹکل قونصلر، قائم مقام برطانوی سفیر اسلام آباد)، مسٹر سیم شیرمین (فارن پالیسی قونصلر) اور محترمہ زوئی اتوال (قونصلر فار افغانستان)، پروٹوکول آفیسر جناب محمد اسماعیل صاحب، جناب محمد ثاقب صاحب شامل تھے۔ سفارتکاروں نے دارالعلوم میں ساڑھے پانچ گھنٹے قیام کیا اس دوران انہوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات تعلیم القرآن حقانیہ ہائی سکول اینڈ کالج، نیو سنٹرل لائبریری، نیو انڈور سپورٹس کمپلیکس (بیڈ منٹن ہال)، شعبہ تخصصات، شعبہ دارالحفظ، مدرسہ ہاجرہ للبنات، ایوان شریعت ہال، ایڈمنسٹریشن بلاک، اکیڈمک بلاک، زیرتعمیر عظیم الشان جامع مسجد، دفتر ماہنامہ ’’الحق‘‘ وغیرہ کا تفصیلی وزٹ کیا اور طلباء سے انگلش زبان میں سوال و جواب کی طویل نشست کی۔ ملاقات میں دینی مدارس کے نظام تعلیم، نصاب، دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور اس سے متعلقہ دیگر اہم متعدد موضوعات پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ انہوں نے مولانا راشد الحق سمیع صاحب سے بالخصوص افغانستان، فلسطین اور پاکستان کی سیاسی صورتحال پر طویل گفتگو کی۔ آخری نشست میں والدمکرم مولانا حامد الحق صاحب، مولانا سید یوسف شاہ صاحب، مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی، مولانا حبیب اللہ قاسمی صاحب، مولانا شوکت اللہ خٹک، صاحبزادہ محمد احمد راشد نے بھی حصہ لیا۔ وفد نے دارالعلوم کے نظم ونسق اور میزبانوں کی ضیافت وطلباء کی انگلش گفتگو پر اظہار اطمینان اور خوشگوار حیرت کا اظہار کیا۔ تفصیلی دورہ کے بعد مولانا راشدالحق سمیع کی قیام گاہ پر معزز مہمانوں کے اعزاز میں ظہرانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ دونوں جانب سے اس بات کا اظہار کیا گیا کہ اس قسم کے دوروں اور مکالمے سے ایک دوسرے کے نظریات کو سمجھنے سے آسانی کے مواقع پیدا ہوتے ہیں اور کئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے۔

ایرانی سفیر صاحب کی دارالعلوم حقانیہ آمد

13 جون 2024 بروز جمعرات ایرانی سفیر جناب رضا امیری مقدم صاحب اپنے دیگر سفارتکاروں کے وفد کے ہمراہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور انہوں نے جمعیت علمائے اسلام کے امیر اور نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی، ملاقات میں حضرت مولانا راشد الحق صاحب بھی موجود تھے، دوطرفہ گفتگو میں پاکستان، افغانستان اور مسئلہ فلسطین پر تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔ مولانا حامد الحق صاحب نے سفیر صاحب کو بتلایا کہ ایران، پاکستان اور افغانستان کے اچھے تعلقات سے اس خطے میں امن اور استحکام پیدا ہوگا۔ اس موقع پر مولانا حامد الحق صاحب نے ایرانی صدر ابراہیم رئیسی کے ہیلی کاپٹر حادثے پر اُن سے تعزیت بھی کی، ملاقات میں مولانا اسامہ سمیع، مولانا خزیمہ سمیع، جناب عبدالرب صاحب و صاحبزادہ محمد عمر بھی موجود تھے، بعد میں وفد کو دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات دکھائے گئے۔ انہیں نئے دارالتدریس، نئی زیرتعمیر جامع مسجد اور دیگر شعبہ جات کا معائنہ کروایا گیا، مہمان حضرات مقبرہ حقانیہ میں فاتحہ کے لئے بھی تشریف لے گئے۔

دارالعلوم کے اساتذہ کا سفر حج

امسال جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ جن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس صاحب، حضرت مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب، حضرت مولانا مفتی شیرعالم صاحب اور راقم عبدالحق ثانی نے حرمین شریفین کی زیارت کی اور حج کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی دعائیں امت مسلمہ بالخصوص جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے حق میں قبول فرمائے (آمین)

مہتمم صاحب و نائب مہتمم صاحب مدظلہ کی مصروفیات

عیدالاضحیٰ کا عظیم الشان اجتماع حسب سابق اس سال بھی مرکزی عیدگاہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں منعقد ہوا، اجتماع میں تقریباً ایک لاکھ افراد نے شرکت کی۔ والد محترم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ و امیر جمعیت علما اسلام (س) پاکستان نے اپنے خطاب میں امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق پر زور دیتے ہوا کہا کہ آج امت مسلمہ کی بے اتفاقی نے مسلمان ممالک کو کمزور تر بنا دیا ہے۔ فلسطین کے مظلوم مسلمان اسی بے اتفاقی کی نظر ہورہے ہیں۔ مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے مظلوم فلسطینی مسلمانوں کے حق میں خصوصی دعا کی۔ اجتماع سے مہتمم جامعہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا عرفان الحق حقانی صاحب مدظلہ نے بھی خطاب فرمایا۔

ادارہ

تعارف وتبصرہ کتب

● فتاویٰ مجلس فقہی (جامعہ عثمانیہ پشاور) ضبط وترتیب: مفتی محمد یحییٰ، مفتی سراج الحسن

ضخامت: ۶۶۰ صفحات (جلد اول) ناشر: العصر اکیڈمی جامعہ عثمانیہ پشاور 0333 9273561- 0321 9273561

جدید سائنس وٹیکنالوجی کی نت نئے ایجادات وانکشافات اور جدید تیز رفتار ترقی سے اگر ایک طرف سہولیات کا اضافہ ممکن ہوسکا ہے تو دوسری طرف لاتعداد مسائل بھی کھڑے ہوئے، ان جدید مسائل کے حل کے لئے مسلمانوں کی اولین ترجیح اس کی حلت وحرمت ہوتی ہے چونکہ اسلام ایک جامع دین ہے جو انسانی ضرورتوں کا ہمیشہ خیال رکھ کر ان کے لئے ایک حل پیش کرتا ہے، قرن اول سے لے کر اب تک علماء وفقہائے امت نے مسلمانوں کو درپیش قدیم و جدید مسائل کے حل کے لئے اجتہاد و استنباط کے ذریعہ ان مسائل کا بہترین حل پیش کیا ہے، جدید سائنس و ترقی کی بدولت آنے والے مسائل کے حل کے لئے آج کے علماء وفقہائے امت نے بھی بے شمار خدمات سرانجام دیئے ہیں اور اس حوالے سے عصر حاضر میں بے شمار اکیڈمیاں بھی وجود میں آئیں، فقہی کانفرنسز منعقد ہوئیں اور بے شمار مقالات ومضامین لکھے گئے، ان اکیڈمیوں میں فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ، فقہ اکیڈمی انڈیا، مجمع البحوث الاسلامیہ الازہر مصر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جامعہ عثمانیہ پشاور کی المجلس الفقھی بھی اس سلسلہ کی ایک خوبصورت اور مضبوط کڑی ہے، یہ مجلس جامعہ عثمانیہ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ کی صدارت و سرپرستی میں قائم ہوئی، اس مجلس کا پہلا اجلاس ۹ رمئی ۲۰۰۷ء میں منعقد ہوا تھا، مجلس فقہی جامعہ عثمانیہ میں صرف انہی مسائل کو زیر بحث لایا جاتا ہے جس میں اجتماعی غور وفکر کی ضرورت محسوس کی جاتی ہو، اس مجلس میں عصر حاضر کے بڑے سرکردہ علماء ومفتیان کرام کو مدعو کیا جاتا ہے اور زیر بحث مسئلہ پر بحث وتحقیق کرکے اس کے مختلف پہلوؤں کو خوب منقح کیا جاتا ہے اور اس کو بعد میں ماہنامہ ''العصر'' میں شائع بھی کیا جاتا ہے۔ اب تک اس مجلس کے تحت بیالیس عنوانات جاری کئے جا چکے ہیں جس میں بیالیس عنوانات کے تحت تین سو سے زائد سولات کے جوابات موجود ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''فتاوی مجلس فقہی'' مجلس فقہی جامعہ عثمانیہ کی گزشتہ سولہ سالہ پر مشتمل اجلاسوں کی تمام کارروائیوں پر مبنی فقہی شاہکار ہے جو العصر اکیڈمی جامعہ عثمانیہ پشاور سے کتابی شکل میں شائع ہوچکی ہے۔ یہ اپنے موضوع پر ایک منفرد کاوش ہے جس میں بیالیس جدید مسائل کا حل علماء و مفتیان کے باہمی بحث و مباحثے کے بعد پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہر لائبریری اور ہر دارالافتاء میں طلبہ کے استفادے کے لئے رکھنی چاہیے، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کی اس کاوش کو قبولیت سے نوازے اور اس فقہی مجلس کو دوام بخشے۔ (آمین)

● **العصر اسلامکس** (تحقیقی مجلّہ) نگران اعلیٰ: حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر مولانا احسان الرحمٰن عثمانی ضخامت: ۲۲۶ صفحات ناشر: العصر اکیڈمی جامعہ عثمانیہ پشاور

دینی مدارس میں جامعہ عثمانیہ پشاور کسی تعارف کا محتاج نہیں، حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ اس عظیم دینی مرکز کے بانی و مؤسس ہیں، آپ دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند ہیں اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کے خصوصی تربیت یافتہ ایک عظیم مدرس، جید محقق، ممتاز مفتی، نامور مصنف اور متعدد صلاحیتوں کی حامل شخصیت ہیں۔ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ جامعہ عثمانیہ دارالعلوم حقانیہ کی قابل فخر شاخ ہے۔ اب تک اس جامعہ نے نہ صرف تدریس کے میدان میں بلکہ ہر شعبہ دین میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں، درس وتدریس، تصنیف و تالیف، دعوت وارشاد، حفظ و تجوید، قضاء و افتاء، ادب وصحافت، الغرض! تمام میدانوں میں جامعہ عثمانیہ کی خدمات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ دینی صحافت میں جامعہ عثمانیہ سے ''العصر'' کے نام سے عرصہ دراز سے ایک معیاری دینی، اصلاحی مجلّہ نکلتا ہے، اب ادارہ نے عصر حاضر کے تقاضوں کو محسوس کرتے ہوئے باقاعدہ ایک اور تحقیقی مجلّہ ''العصر اسلامکس'' کے نام سے آغاز کردیا ہے۔ یہ مجلّہ ہائر ایجوکیشن کمیشن (HEC) اور عالمی فورم کے تقاضوں کے مطابق مقالات ومضامین میں شائع کرے گا۔ بقول مدیر شہیر مولانا ڈاکٹر احسان الرحمٰن عثمانی صاحب ''اس مجلّے میں عصر حاضر کے نت نئے مسائل یا جدید مسائل کے متعلق امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا جائے گا۔''

زیر تبصرہ مجلّہ ''العصر اسلامکس'' اس کا پہلا شمارہ ہے جو تین زبانوں اردو، عربی اور انگریزی پر مشتمل ہے جس میں جید مقالہ نگاروں کے مضامین کو جگہ دی گئی ہے۔ اردو حصہ میں تفسیر احکام

القرآن، بصاص کا تعارف واسلوب ومنہج، مطالعات سیرت، اسقاط حمل کی شرعی حیثیت، کمپنیوں کی مصنوعات خریدنے پر انعامی اسکیم کا حکم، آن لائن اشتہارات کے ذریعہ کمائی کا حکم، فوجداری تنازعات، کومہ کی وجہ سے تنسیخ نکاح، موسمیاتی تبدیلی قرآن وحدیث کی روشنی میں، پاکستان میں امریکی ڈرون حملوں اور غزوات نبویہ میں جانی نقصان کا تقابلی جائزہ جیسے قابل قدر مضامین شامل ہیں۔ اسی طرح عربی اورانگریزی حصے میں بھی اسی نوعیت کے محققانہ وعالمانہ مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ یہ مجلّہ دینی مدارس کے صحافتی وتحقیقی خدمات میں ایک نیا مفید اضافہ ہے، ان شاء اللہ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں مزید نکھار آتا جائے گا۔ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ اور مولانا احسان الرحمٰن عثمانی صاحب کی یہ کاوش قابل صد تحسین ہے، اللہ تعالیٰ اس مجلّہ کو قبولیت سے نوازے۔

● **مجھے درودِشریف پڑھنا پسند ہے** مرتب: مولانا مفتی عبداللہ فردوس

ضخامت: ۱۴۸ صفحات ناشر: دار ابن الفردوس بخشالی مردان 5686853 0302

درود شریف کی فضیلت اور اہمیت قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے سب پر واضح ہیں، درود شریف کے بے شمار فضائل ہیں جو دنیاوی اور آخروی مقاصد کے لئے بہت کارگر ہیں، درود شریف کی کثرت سے ورد باعث اجر وثواب ہونے کے ساتھ ساتھ بے شمار روحانی اور جسمانی بیماریوں سے شفاء کا وسیلہ بھی ہے، درود شریف کے فضائل پر اہل علم نے مختلف زبانوں میں بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور یہ سلسلہ تا ہنوز جاری ہے۔ زیرتبصرہ کتاب ''مجھے دوردشریف پڑھنا پسند ہے'' بھی اس سلسلہ کی ایک حسین کڑی ہے جسے جید عالم دین مولانا مفتی عبد اللہ فردوس صاحب نے مرتب کیا ہے، مؤلف موصوف کئی کتابوں کے مؤلف ومرتب ہیں، موصوف کی یہ کتاب کئی خصوصیات کی حامل ہے جس میں درود شریف کے متعلق تمام موضوعات پر سیر حاصل بحث موجود ہے۔ اپنے موضوع پر یہ ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے، عوام اور خواص دونوں یکساں طور پراس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

● **علم اوراہل علم: فضائل، ذمہ داریاں** تالیف: مولانا حافظ محمد طاہر حافظ بشیر

ترجمہ وتدوین: مولانا محمد شفیق الرحمٰن علوی ضخامت: ۱۶۸ صفحات ناشر: مکتبہ علوی کراچی

جس طرح علم کی اہمیت وفضیلت سے سب واقف ہیں اسی طرح علماء کا مقام ومرتبہ بھی سب پر عیاں ہے، علماء کا جتنا مقام ومرتبہ بلند ہے اتنا ہی ان کی ذمہ ذمہ داریاں بھی زیادہ ہیں، علم کی

فضیلت ،اہمیت اور علماء کی ذمہ داریوں پر اہل علم وفضل نے مختلف زبانوں میں بہت ساری کتابیں لکھی ہیں اور یہ سلسلہ تا ہنوز جاری ہے۔اس سلسلہ کی ایک کڑی مولانا حافظ محمد طاہر حافظ بشیر صاحب کی کتاب طالب العلم فریضة بھی ہے جو چودہ فصلوں پر مشتمل ہے،جس میں مولف موصوف نے علم و علماء سے متعلق جملہ موضوعات پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، یہ کتاب عربی میں لکھی گئی تھی اسکا اردو ترجمہ جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے استاد حضرت مولانا محمد شفیق الرحمٰن علوی صاحب نے جناب انجینئر سید منظور احمد صاحب کی ایما وتحریک پر کیا، یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک بہترین کاوش ہے، اللہ تعالیٰ مولف ومترجم اور جناب انجینئر صاحب کیلئے یہ کاوش ترقی کا وسیلہ ثابت کرے (آمین)

یہ کتاب درج ذیل نمبر پر رابطہ کر کے حاصل کی جاسکتی ہے۔ 0335 2102186 - 0312 1289701

● تعلیمات اسلام مؤلف: حافظ عتیق الرحمٰن گورچانی

ضخامت: ۱۲۸ صفحات ناشر: گوشہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

دین اسلام ایک جامع ،مکمل اور کامل دین ہے جس نے زندگی کے ہر شعبے میں انسانوں کی کامل رہنمائی کی ہے،عقائد،عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات، سیاسیات،معاشیات، انفرادی واجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی تعلیمات نے انسانوں کیلئے رہنمائی کا سامان فراہم کیا ہے، اسلامی تعلیمات کے ہر پہلو اور ہر گوشہ پر مختلف زبانوں میں بے شمار کتابیں، مقالات اور مضامین لکھے گئے ہیں، اس سلسلہ کی ایک حسین کڑی حافظ عتیق الرحمٰن گورچانی صاحب کی کتاب ''تعلیمات اسلام'' بھی ہے جس میں موصوف نے سکول، کالج، یونیورسٹی اور دینی مدارس کے طلبہ و طالبات کی رہنمائی کیلئے دروس کی شکل اور سوال و جواب کی صورت میں اسلامی تعلیمات پر مختصر مگر جامع انداز میں سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ زیرتبصرہ کتاب ''تعلیمات اسلام'' عام فہم اردو اور آسان اسلوب میں لکھی گئی ہے جس میں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات، معاشیات اور سیاسیات کے علاہ اسلامی تاریخ، سیرت النبیؐ، سیرت صحابہ اور تاریخ پاکستان کے بارے میں بھی طلبہ و طالبات کی رہنمائی کیلئے معلومات پیش کئے ہیں، اپنے موضوع پر یہ ایک بہترین کاوش ہے، خواص اور عامہ الناس یکساں طور پر اس سے مستفید ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ حافظ عتیق الرحمٰن گورچانی صاحب کی اس سعی اور کاوش کو قبولیت سے نوازے (آمین)، کتاب درج ذیل نمبروں پر رابطہ کر کے منگوائی جاسکتی ہے۔

0313-5265617 -03325292433